مرزا غلام احمد قادیانی کا مقدمہ

عقل وانصاف کی عدالت میں

اہم مباحث کی فہرست

مرزا قادیانی کے خلاف استغاثہ

باب اول حیات مسیح علیہ السلام کا ثبوت 'کتاب وسنت' اجماع ۲۷۲

امت اور مرزا قادیانی کے الہامات سے ۲۷۴

باب دوم : مدعاعلیہ نے اپنا عقیدہ بدل لیا ۲۸۸

باب سوم : مدعاعلیہ کے تبدیلی عقیدہ کی بنیاد ۲۹۰

باب چہارم : سابقہ عقیدہ کے بارے میں مدعاعلیہ کی عذر تراشیاں ۳۰۴

باب پنجم : مدعاعلیہ کی اپنے سابقہ عقیدے کے بارے میں گل افشانیاں ۳۱۹

ایک اور قابل غور نکتہ ۳۲۱

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ۳۲۴

باب ششم : مدعاعلیہ کی گستاخیاں ۳۳۴

مسلمانوں نے نزول مسیح کی حقیقت کو نہیں سمجھا ۳۳۸

سلف صالحین صحابہ وتابعین کو بھی حقیقت معلوم نہیں ۳۴۰

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کی حقیقت تک رسائی نہیں ہوئی ۳۴۱

پہلے اللہ تعالیٰ نے بھی نہیں سمجھا ۳۴۲

مرزا کا مقدمہ احکم الحاکمین کی عدالت میں ۳۵۵

علمائے امت کی طرف سے مرزا کو مباہلہ کی دعوت ۳۵۹

مرزا قادیانی کا مباہلہ سے گریز وفرار ۳۶۷

مولانا غزنوی سے حافظ محمد یوسف کا مباہلہ ۳۶۹

حافظ محمد یوسف کے مباہلہ کے نتائج ۳۸۴

مرزا قادیانی مباہلہ کے شکنجے میں ۳۸۷

مباہلہ کا انجام

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی :

مرزا غلام احمد قادیانی ۱۸۹۱ء تک اس اسلامی عقیدہ کا اظہار کرتا رہا کہ قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے' لیکن ۱۸۹۱ء میں اس نے یہ دعویٰ کیا کہ اسے "خاص الہام" کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ "مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہوچکا ہے۔ اور اس کے رنگ میں ہوکر وعدہ کے موافق تو آیا ہے۔" (تذکرہ طبع سوم ص ۱۸۳۔ ازالہ اوہام ص ۵۶۱۔ ۵۶۲)

مرزا صاحب نے اس الہام کی بنیاد پر اسلامی عقیدہ سے انحراف کرتے ہوئے مسیح علیہ السلام کے فوت ہوجانے اور اپنے "مسیح موعود" ہونے کا اعلان کردیا۔ زیرِ نظر رسالہ میں مرزاصاحب کے اس انحراف کے خلاف اہلِ عقل و فہم کی "عدالتِ انصاف میں مقدمہ" دائر کرکے ان سے دیانتدارانہ فیصلہ کی درخواست کی گئی ہے۔

رسالہ ایک ابتدائیہ' چھ ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

○ ابتدائیہ میں اس مقدمہ کے تمہیدی امور درج ہیں۔

○ بابِ اول میں قرآن کریم' حدیثِ متواتر' اجماعِ امت اور مدعا علیہ کے الہامات کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ جن کی بنا پر مدعا علیہ اسلامی عقیدہ (حیات و نزول مسیح علیہ السلام) کا اعلان و اظہار کرتا تھا۔

○ باب دوم میں مدعا علیہ کے اسلامی عقیدہ سے انحراف کی تفصیل درج ہے۔

○ باب سوم میں مدعا علیہ کے تبدیلیٔ عقیدہ کی الہامی بنیاد پر بحث کی گئی ہے۔

○ باب چہارم میں مدعا علیہ کی ان عذر تراشیوں پر گفتگو کی گئی ہے جو اس نے اپنے سابقہ عقیدہ پر قائم رہنے کے بارے میں پیش کیں۔

○ باب پنجم میں ان گل افشانیوں کا ذکر ہے جو مدعا علیہ نے اپنے سابقہ اسلامی عقیدہ کے بارے میں کیں۔

○ باب ششم میں مدعا علیہ کے دو تعلی آمیز دعووں کا ذکر ہے جن سے مدعا علیہ کے بارے میں اہل عقل کو صحیح فیصلے کرنے میں مدد ملے گی۔

○ خاتمہ میں اس فیصلہ کا حوالہ دیا گیا ہے جو احکم الحاکمین کی عدالت نے مدعا علیہ کے بارے میں صادر فرمایا۔

اس رسالہ کی تالیف سے مقصود مدعا علیہ کی جماعت کی خیرخواہی ہے' کہ اگر توفیقِ الٰہی دستگیری فرمائے تو یہ حضرات فہم و انصاف سے کام لیں' مدعا علیہ کے بارے میں صحیح فیصلہ کر کے آخرت کے عذاب اور قہر الٰہی سے بچ جائیں' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ساتھ جنت میں جانے والے بن جائیں۔

مؤلف کو معلوم ہے کہ مذہبی تعصب' گروہی عصبیت اور شخصی مفادات' دیانت و انصاف کے راستہ میں دیوار بن کر کھڑے ہوجاتے ہیں' اور دیانتدارانہ فیصلہ کی راہ میں رکاوٹ بن جاتے ہیں' تاہم میں اپنے مخاطب حضرات سے خیر خواہانہ التجا کروں گا کہ عقیدہ کی تصحیح ہر شخص کا اولین فریضہ ہے' کل فردائے قیامت میں ہر شخص کو داورِ محشر کی عدالت میں پیش ہونا ہے' وہاں ہر شخص اپنا نامۂ عمل ہاتھ میں لئے حاضر ہوگا' نہ اعوان و انصار

مدد کے لئے موجود ہوں گے' نہ چرب زبانی کام دے گی' نہ تاویلات و تسویلات کام آئیں گی۔ ہر شخص کو اپنے عقیدہ و عمل کے بارے میں خود جوابدہی کرنی ہوگی۔ مؤلفِ رسالہ ان تمام حضرات سے' جن میں فہم و انصاف کی کوئی رمق باقی ہے' نہایت خیرخواہی و دل سوزی کے ساتھ درخواست کرتا ہے کہ جو حقائق اس رسالہ میں پیش کئے گئے ہیں' ان پر غور فرماکر آج اپنے عقائد و اعمال کا میزانیہ درست فرمالیں' تاکہ کل داورِ محشر کے سامنے آپ کو شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم کی ہدایت سے نوازیں' اپنے انعام یافتہ بندوں کی راہ پر مرتے دم تک قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں' اور ہر ضلالت و گمراہی سے ہماری حفاظت فرمائیں۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ صفوۃ البریۃ

سیدنا محمدن النبی الامّی والہٖ و صحبہٖ اجمعین ۔

محمد یوسف لدھیانوی

خادم مجلس تحفظ ختم نبوت

۷/۱/۱۴۱۷ھ

بروز شنبہ

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عباد الذین اصطفٰی :اما بعد

مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ ہے کہ وہ مسیح موعود ہے' اور اس کے دعوے کی اصل بنیاد حضرت عیسیٰؑ کی حیات و وفات کا مسئلہ ہے' یعنی اگر قرآن وحدیث سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا عقیدہ ثابت ہو تو مرزا صاحب کا دعویٰ غلط ہے اور اگر وفات عیسیٰ کا عقیدہ ثابت ہو تو مرزا صاحب کا دعویٰ زیر بحث آسکتا ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

"ایسے شخص کی نسبت' جو مخالف قرآن اور حدیث کوئی اعتقاد رکھتا ہے ولایت کا گمان ہرگز نہیں کرسکتے' بلکہ وہ دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جاتا ہے' اور اگر وہ کوئی نشان بھی دکھادے تو وہ نشان کرامت متصور نہیں ہوتا' بلکہ اس کو استدراج کہا جاتا ہے۔ اس صورت میں صاف ظاہر ہے کہ سب سے پہلے بحث کے لائق وہی امر ہے جس سے یہ ثابت ہوجائے کہ قرآن وحدیث اس دعوے کے مخالف ہیں' اور وہ امر مسیح ابن مریم کی وفات کا مسئلہ ہے' کیونکہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اگر درحقیقت قرآن حکیم اور احادیث صحیحہ کی رو سے حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات ہی ثابت ہوتی ہے تو اس صورت میں پھر اگر یہ عاجز مسیح موعود ہونے کے دعویٰ پر ایک نشان کیا بلکہ لاکھ نشان بھی دکھادے تب بھی وہ نشان قبول کرنے کے لائق نہیں ہوں گے۔ کیونکہ قرآن ان کی مخالف شہادت دیتا ہے۔ غایت کار وہ استدراج سمجھے جائیں گے' لہٰذا سب سے اول بحث جو ضروری ہے' مسیح بن مریم کی وفات یا حیات کی بحث ہے' جس کا طے ہوجانا ضروری ہے' کیونکہ

مخالف قرآن وحدیث کے نشانوں کا ماننا مومن کا کام نہیں' ہاں ان ناوانوں کا کام ہے جو قرآن وحدیث سے کچھ غرض نہیں رکھتے"۔

(اشتہار بمقابل مولوی سید نذیر حسین صاحب سرگروہ اہل حدیث

مندرجہ مجموعہ اشتہارات مطبوعہ لندن ص ۲۳۹ ج ۱)

"ہمارے اور ہمارے مخالفین کے صدق و کذب آزمانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات حیات ہے' اگر حضرت عیسیٰ درحقیقت زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہیں' اور اگر وہ درحقیقت قرآن کی رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں"۔ (تحفہ گولڑویہ حاشیہ ص ۱۷۸ خزائن ص ۲۶۴ ج ۱۷)

مرزا غلام احمد قادیانی کی یہ دونوں عبارتیں مزید کسی حاشیہ و تشریح کی محتاج نہیں' ان کا صاف صاف مدعا یہ ہے کہ اگر قرآن وحدیث سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ثابت ہو تو مرزا صاحب کا دعویٰ مسیحیت سرے سے غلط ہے۔ اور اس صورت میں مرزا صاحب کو ولی یا مجدد تو کجا؟ مسلمان بھی تصور نہیں کیا جاسکتا' بلکہ اسے دائرہ اسلام سے خارج تصور کیا جائے گا' اور اگر وہ اپنے دعویٰ کے، ثبوت میں لاکھ نشان بھی دکھائے تو اسے مکر و فریب اور استدراج ہی سمجھا جائے گا۔ اور اگر قرآن وحدیث سے یہ ثابت ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ نہیں اور نہ انہیں دوبارہ دنیا میں آنا ہے تو پھر یہ دیکھنا ہوگا کہ مرزا صاحب کا یا کسی اور مدعی مسیحیت کا دعویٰ کہاں تک صحیح ہے؟ اور اس کے دلائل کیا ہیں؟۔ الغرض مرزا صاحب کا دعویٰ اسی وقت لائق التفات ہوسکتا ہے جبکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں امت اسلامیہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا انتظار نہ رہے۔ لیکن اگر وہی عقیدہ صحیح اور ثابت ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور وہی

دوبارہ تشریف لائیں گے تو مرزا غلام احمد قادیانی یا کسی اور شخص کے "مسیح موعود" بننے کا سوال ہی خارج از بحث ہے۔ اس کے باوجود جو لوگ کسی دوسرے شخص کو "مسیح موعود" مانتے ہیں ان کے بارے میں مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ وہ مومن نہیں بلکہ نادان ہیں جو قرآن اور حدیث سے کوئی غرض نہیں رکھتے۔

مرزا قادیانی کے خلاف استغاثہ

مرزا صاحب کے اس اصول کو تسلیم کرتے ہوئے میں مسلمانوں کی جانب سے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف اہل عقل و دانش بالخصوص قادیانی برادری کی عدالت انصاف میں استغاثہ کرنا چاہتا ہوں۔ اور ان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ انفرادی و اجتماعی غور و فکر کے بعد یہ منصفانہ فیصلہ کریں کہ مرزا غلام احمد صاحب کا یہ دعویٰ کہاں تک صحیح ہے کہ عیسیٰ مرگیا؟

اثبات دعویٰ کے دو طریقے

تمام دنیا کی عدالتوں میں یہ اصول مسلم اور رائج ہے کہ کسی دعوے کے ثابت کرنے کی دو صورتیں ہیں' ایک یہ کہ مدعی اپنے دعوے پر ثقہ گواہ پیش کر کے عدالت کو مطمئن کردے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ مدعا علیہ خود عدالت کے روبرو مدعی کے دعوے کو صحیح تسلیم کرلے۔ یہ دوسری صورت اس اعتبار سے زیادہ مفید اور لائق و ثوق ہوتی ہے کہ اس صورت میں گواہوں کی جرح و تعدیل اور واقعات کی تحقیق و تفتیش میں عدالت کا وقت ضائع نہیں ہوتا' اور عدالت کو شرح صدر کے ساتھ فیصلہ کرنے میں مدد ملتی ہے۔ اس لئے میں اپنے دعوے کے ثبوت میں یہی دوسرا طریقہ اختیار کرنا چاہتا ہوں۔

استغاثہ کی کہانی!

مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف مسلمانوں کا استغاثہ یہ ہے کہ ایک شخص بقید حیات زندہ موجود ہے' مگر مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اس کی موت کا غلط افسانہ اڑاکر اس کی مسند و منصب پر خود قبضہ کرلیا ہے' جس شخصیت کو مردہ قرار دیکر مدعا علیہ نے اس کی جائیداو اپنے نام منتقل کرانے کا فریب کیا ہے اگر وہ کوئی لاوارث اور گمنام شخصیت ہوتی تو شاید کسی کو مدعا علیہ کی اس جعل سازی اور غلط کارروائی کی جانب التفات نہ ہوتا ' مگر ستم ظریفی تو یہ ہے کہ مدعا علیہ نے یہ سینہ زوری ایک ایسی شخصیت کے بارے میں روا رکھی ہے جس کے نام سے دنیا کا بچہ بچہ واقف ہے' جس کا ہم نام پوری انسانی تاریخ میں کوئی دوسرا نہیں ہوا؛ اور جس کے کروڑوں نہیں بلکہ اربوں جاں نثار دنیا میں موجود ہیں' اور وہ شخصیت ہے سید نا المسیح عیسیٰ بن مریم صلی اللہ علی نبینا و علیہ وسلم۔

مسلمانوں کے پاس حضرت مسیح علیہ السلام کے زندہ موجود ہونے کے تین ثقہ گواہ موجود ہیں :

- اللہ تعالیٰ
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
- امت اسلامیہ کے لاکھوں اکابر اولیاء اللہ اور مجددین۔

لیکن ہم عدالت کا وقت بچانے کی خاطر خود اپنی طرف سے شہادت پیش کرنے کے بجائے خود مدعا علیہ کا اقرار عدالت میں پیش کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں اور وہی دوبارہ تشریف لائیں گے۔

باب اول

حیات مسیح علیہ السلام کا ثبوت' کتاب و سنت'

اجماع امت اور مرزا قادیانی کے الہامات سے

اس تمہید کے بعد یہ گزارش ہے کہ ہمارے مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی کے دو دور ہیں' جب تک اس نے اپنی مسیحیت کا اعلان نہیں کیا تھا اس وقت تک وہ اس بات کا قائل تھا کہ قرآن کریم' حدیثِ نبوی ﷺ اور اجماع امت کی رو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور دوبارہ تشریف آوری ثابت ہے۔ نیز اس وقت مدعا علیہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری کا الہام بھی ہوا تھا۔ اس دور میں مدعا علیہ نے جو اقراری بیان دئے تھے ان کو حسب ذیل عنوانات کے تحت ملاحظہ فرمایئے :

- حیات عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت قرآن کریم سے۔
- حیات عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت ارشاد نبویؐ سے۔
- حیات عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت اجماعِ امت سے۔
- حیات عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت مرزا غلام احمد کے الہام سے۔

ان چار مباحث کو چار فصلوں میں ذکر کرتا ہوں :

فصل اول

حیات عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت' قرآن کریم سے

مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنی پہلی الہامی کتاب "براہین احمدیہ" میں لکھتا ہے :

"هوالذی ارسل رسوله بالهدٰی ودین الحق لیظهره علی الدین کلہٖ "۔

"یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے کہ وہ غلبہ حضرت مسیح کے ذریعے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا ....حضرت مسیح پیش گوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے"۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۴۹۸'۴۹۹)

اس بیان میں مدعا علیہ صاف اقرر کرتا ہے کہ :

○ حضرت مسیح علیہ السلام اس دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔

○ ان کی آمد سے دین اسلام تمام عالم میں پھیل جائے گا اور ان کے ذریعہ دین اسلام کو غلبہ کاملہ نصیب ہوگا۔

○ مدعا علیہ یہ بھی صاف صاف اقرار کرتا ہے کہ قرآن کی مندرجہ بالا آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی تشریف آوری کی پیش گوئی فرمائی ہے۔ اور وہی اس پیش گوئی کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہیں۔

اور مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنی آخری تصنیف چشمہ معرفت میں' جو اس کی وفات سے دس دن پہلے شائع ہوئی' لکھتا ہے :

"هو الذی ارسل رسوله بالهدٰی ودین الحق لیظهره علی الدین کله "۔

"یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو ہر ایک قسم کے دین پر غالب کردے یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ

آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلف ہو اس لئے اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔"

(چشمہ معرفت ص۸۳ روحانی خزائن ص ۹۱ ج ۲۳)

مدعا علیہ نے اپنی آخری کتاب میں بھی وہی بات لکھی ہے جو سب سے پہلی کتاب میں لکھی تھی کہ اس آیت شریفہ میں جس عالمگیر غلبہ اسلام کی پیش گوئی کی گئی وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت میں ہوگا۔ مگر یہاں ہمارے مدعا علیہ کی اس تحریر میں دو فرق نظر آتے ہیں۔

اول: یہ کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کا نام لکھنے سے شرماتا ہے' اور اس کی جگہ "مسیح موعود" کی اصطلاح استعمال کرتا ہے۔ حالانکہ مدعا علیہ سے پہلے "مسیح موعود" کی اصطلاح کسی نے استعمال نہیں کی۔

دوم: یہ کہ وہ ۱۳ صدیوں کے تمام بزرگان دین اور اکابر امت کا اجماع نقل کرتا ہے کہ اس آیت میں جو پیش گوئی کی گئی ہے وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت میں پوری ہوگی۔ اس عبارت سے دو باتیں صاف طور پر ثابت ہوجاتی ہیں۔

○ تیرہ صدیوں کے سب اکابر اس پر متفق ہیں کہ آخری زمانے میں حضرت مسیح علیہ السلام تشریف لائیں گے جن کے ہاتھ سے اسلام تمام آفاق و اقطار میں پھیل جائے گا' اور اسلام کے سوا تمام مذاہب ختم ہوجائیں گے۔ اور یہ کہ اس آیت شریفہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی تشریف آوری کی پیش گوئی کی گئی ہے۔

○ ہمارے مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ہاتھ سے اسلام کا یہ عالمگیر غلبہ نہیں ہوا' اس کو مرے ہوئے بھی ایک صدی گذر رہی ہے لیکن غلبہ اسلام کے دور و نزدیک کوئی آثار نہیں۔ بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کہ جب سے مدعا علیہ نے "مسیح" ہونے کا دعویٰ کیا ہے اسلام کمزور سے

کمزور تر ہورہا ہے' اور کفر ترقی پذیر ہے۔ لہٰذا مدعا علیہ کا "مسیح موعود" ہونے کا دعویٰ غلط اور جھوٹ ہے۔ اور واقعات کا مشاہدہ گواہی دیتا ہے کہ مدعا علیہ "مسیح موعود" نہیں' بلکہ "مسیح کذاب" ہے۔

فصل دوم

حیات عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت احادیث نبوی سے!

مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے آثار مرویہ سے حیات عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ ثابت ہے' اس لئے اپنے نبی کے آثار مرویہ کی پیروی کرتے ہوئے وہ بھی ایک زمانے میں یہی عقیدہ رکھتا تھا۔ معزز عدالت' مدعا علیہ کا مندرجہ ذیل بیان بغور ملاحظہ فرمائے:

> "میں نے براہین میں جو کچھ مسیح بن مریم کے دوبارہ دنیا میں آنے کا ذکر لکھا ہے وہ ذکر صرف ایک مشہور عقیدہ کے لحاظ سے ہے جس کی طرف آج کل ہمارے مسلمان بھائیوں کے خیالات جھکے ہوئے ہیں' سو اسی ظاہری اعتقاد کے لحاظ سے میں نے لکھ دیا تھا کہ میں صرف مثیل موعود ہوں اور میری خلافت صرف روحانی خلافت ہے' لیکن جب مسیح آئے گا تو اس کی ظاہری اور جسمانی طور پر خلافت ہوگی' یہ بیان جو براہین میں درج ہوچکا ہے صرف اس سرسری پیروی کی وجہ سے ہے' جو ملہم کو قبل از انکشاف اصل حقیقت اپنے نبی کے آثار مرویہ کے لحاظ سے لازم ہے"۔

۔ (ازالہ اوہام ص ۸۳ طبع پنجم (روحانی خزائن ص ۱۹۲ ج ۳)

مدعا علیہ کے مندرجہ بالا اقتباس سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

اول: مسلمانوں کا مشہور عقیدہ یہی چلا آتاہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور وہ بنفس نفیس تشریف لائیں گے۔

دوم: مدعا علیہ اقرار کرتا ہے کہ میں نے براہین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے اور ظاہری و جسمانی خلافت پر فائز ہونے کا عقیدہ درج کیا ہے۔

سوم: جب تک مدعا علیہ پر بذریعہ الہام براہ راست الہامی انکشاف نہیں ہوا تھا تب تک اس کا عقیدہ بھی اپنے نبی کے آثار مرویہ کی "سرسری پیروی" میں یہی تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور وہی بنفس نفیس تشریف لاکر خلافت پر فائز ہوں گے۔

اس عبارت سے واضح ہے کہ مدعا علیہ جس شخصیت کو اس وقت اپنا نبی سمجھتا تھا' یعنی آنحضرت ﷺ' ان کے آثار مرویہ اور احادیث طیبہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات و نزول کا مسئلہ ذکر فرمایا گیا ہے' جس کی پیروی ہر اس شخص پر لازم ہے جو اپنے کو نبی کا امتی مانتاہو۔ چنانچہ مدعا علیہ بھی جب تک آنحضرت ﷺ کو واجب الاتباع سمجھتا رہا' آپ ؐ کے ارشادات کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات و نزول کا معتقد رہا۔

فصل سوم

حیات عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت اجماع امت سے

مدعا علیہ یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ تیرہ صدیوں سے نسلاً" بعد نسل اور قرناً" بعد قرن مسلمانوں کا یہی عقیدہ چلا آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور کسی زمانہ میں وہ خود دوبارہ تشریف لائیں گے۔ گویا مدعا علیہ مرزا غلام احمد کو اقرار ہے کہ ہمیشہ سے مسلمانوں کا اجماعی اور متواتر

عقیدہ یہی رہا ہے جو عقیدہ کہ آج امت اسلامیہ کا ہے۔ معزز عدالت' مدعا علیہ کی حسب ذیل تصریحات بغور ملاحظہ فرمائیے :

○ "ایک دفعہ ہم دلی میں گئے تھے ہم نے وہاں کے لوگوں سے کہا کہ تم نے تیرہ سو برس سے یہ نسخہ استعمال کیا کہ ....حضرت عیسیٰ کو زندہ آسمان پر بٹھایا۔ مگر اب دوسرا نسخہ ہم بتاتے ہیں وہ استعمال کرکے دیکھو اور وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کو ..... وفات شدہ مان لو۔" (ملفوظات جلد دہم ص ۳۰۰ مطبوعہ ربوہ)

○ "مسیح بن مریم (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے آنے کی پیش گوئی ایک اول درجہ کی پیش گوئی ہے جس کو سب نے بالاتفاق قبول کرلیا ہے اور جس قدر صحاح میں پیش گوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیش گوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی' تواتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے' انجیل بھی اس کی مصدق ہے' اب اس قدر ثبوت پر پانی پھیرنا اور یہ کہنا کہ یہ تمام حدیثیں موضوع ہیں' درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جن کو خداتعالیٰ نے بصیرت دی اور حق شناسی سے کچھ بھی بخرہ اور حصہ نہیں دیا۔" (ازالہ اوہام ص۵۵۷ طبع پنجم)

○ "مسیح موعود (عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری) کے بارے میں جو احادیث میں پیش گوئی ہے وہ ایسی نہیں کہ جس کو صرف ائمہ حدیث نے چند روایتوں کی بنا پر لکھا ہو بس۔ بلکہ یہ ثابت ہوگیا ہے کہ یہ پیش گوئی عقیدہ کے طور پر ابتداء سے مسلمانوں کے رگ و ریشہ میں داخل چلی آتی ہے' گویا جس قدر اس وقت روئے زمین پر مسلمان تھے اسی قدر اس پیش گوئی کی صحت پر شہادتیں موجود تھیں' کیونکہ عقیدہ کے طور پر وہ اس کو ابتدا سے یاد کرتے چلے آتے تھے۔"

(شہادت القرآن ص ۸۔ خزائن ص ۳۰۴ ج ۶)

○ "اس امر سے کسی کو بھی انکار نہیں کہ احادیث میں مسیح

موعود (عیسیٰ بن مریم کے دوبارہ آنے) کی کھلی کھلی پیش گوئی موجود ہے بلکہ قریباً" تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ احادیث کی رو سے ضرور ایک شخص آنے والا ہے جس کا نام عیسیٰ بن مریم ہوگا"۔

(شہادت القرآن ص ۲۔ روحانی خزائن ص ۲۹۸ ج ۶)

○ "یہ خبر مسیح موعود (عیسیٰ علیہ السلام) کے آنے کی اس قدر زور کے ساتھ ہر ایک زمانہ میں پھیلی ہوئی معلوم ہوتی ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی جہالت نہیں ہوگی کہ اس کے تواتر سے انکار کیاجائے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر اسلام کی وہ کتابیں جن کی روسے یہ خبر سلسلہ وار شائع ہوتی چلی آئی ہے' صدی وار مرتب کر کے اکٹھی کی جائیں تو ایسی کتابیں ہزارہا سے کچھ کم نہیں ہوں گی"۔

(شہادت القرآن ص ۲۔ خزائن ص ۲۹۸ ج ۶)

مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی کی ان تصریحات سے واضح ہوا کہ :

○ تیرہ سو سال سے مسلمانوں کا یہی عقیدہ چلا آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں۔ واضح رہے کہ آنحضرت ﷺ کی ہجرت سے مرزا غلام احمد کے دعویٰ مسیحیت تک تیرہ صدیاں ہی گذری تھیں۔

○ مسلمان اباً" عن جدٍ یہی عقیدہ سکھاتے چلے آئے ہیں اور یہ عقیدہ ہمیشہ سے ان کے رگ و ریشہ میں داخل رہا ہے۔

○ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ان ارشادات نبویہ پر مبنی ہے جن کو تواتر کا اول درجہ حاصل ہے۔

○ تیرہ صدیوں کے کل مسلمان اور ان کا ہر ہر فرو اس عقیدے کی صحت کا گواہ رہاہے۔

○ یہ عقیدہ علم عقائد وغیرہ کی ہزارہا اسلامی کتابوں میں صدی وار

اشاعت پذیر ہوتا رہا ہے۔

○ ایسے متواتر عقیدہ سے انکار کردینا یا اس میں شک و شبہ کا اظہار کرنا سب سے بڑھ کر جہالت اور بصیرت دینی اور حق شناسی سے یکسر محرومی کی علامت ہے۔

○ یہاں مدعا علیہ کے الہامی فرزند اور اس کے خلیفہ دوم مرزا کی شہادت بھی پیش کرنا چاہتا ہوں' وہ لکھتے ہیں :

> "پچھلی صدیوں میں قریباً" سب دنیا کے مسلمانوں میں مسیح کے زندہ ہونے پر ایمان رکھا جاتا ہے اور بڑے بڑے بزرگ اس عقیدہ پر فوت ہوئے ..... حضرت مسیح موعود (غلام احمد مدعاعلیہ) سے پہلے جس قدر اولیاء صلحاء گزرے ان میں ایک بڑا گروہ عام عقیدہ کے ماتحت حضرت مسیح علیہ السلام کو زندہ خیال کرتا تھا۔"
>
> (صرف بڑا گروہ نہیں بلکہ بلا استثناء امت اسلامیہ کے ہر ایک فرد کا یہی عقیدہ رہا ہے۔ ناقل)" (حقیقۃ النبوت مصنف مرزا محمود ص ۱۴۲)

○ نیز اس ضمن میں لاہوری گروپ کے امیر اور مرزا غلام احمد قادیانی کے پرُجوش مرید مسٹر محمد علی ایم اے کی محمود شہادت بھی ملاحظہ فرمائی جائے :

> "بانی فرقہ احمدیہ (مرزا غلام احمد قادیانی) نے پچاس یا اس سے بھی زیادہ کتابیں پبلک میں شائع کی ہیں' جن تمام میں یا ان میں سے بہت سی کتابوں میں اس نے جہاد کے قطعاً" حرام ہونے اور خونی مہدی کے عقائد کے جھوٹے ہونے پر زور دیا ہے۔ اگر کوئی خاص اصول احمدیہ فرقہ کا سب سے بڑا قرار دیا جاسکتا ہے تو وہ دو متذکرہ بالا خطرناک اصولوں کی' جو تیرہ صدیوں سے مسلمانوں میں چلے آتے تھے بیخ کنی کرنا ہے"۔

(ریویو آف ریلیجنز جلد ۳ شمارہ ۳ ص ۹۰ بابت ماہ مارچ ۱۹۰۴ء)

مندرجہ بالا حوالوں میں مدعا علیہ اور اس کے حواریوں کے اعتراف سے ثابت ہوچکا ہے کہ تیرہ سو سال سے ابا" عن جدٍ مسلمانوں کا یہی عقیدہ چلا آتا ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اور آخری زمانے میں وہی دوبارہ تشریف لائیں گے' لیکن مدعا علیہ تیرہ سو سال بعد امت اسلامیہ کو مشورہ دیتا ہے کہ وہ ایک متواتر اسلامی عقیدے کو خیرباد کہہ کر ایک نیا نسخہ آزمائے' جو خود مدعا علیہ نے تجویز کیا ہے' یا بقول اس کے اس پر منکشف ہوا ہے۔

یہاں میں معزز عدالت کو اس قانونی نکتہ کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ کیا کسی مسلمان کو اس کا حق حاصل ہے کہ وہ کوئی نیا عقیدہ اختیار کرلے؟ معزز عدالت کو صدیق اکبرؓ کی پہلی تقریر کا یہ فقرہ یاد ہوگا:

"لوگو! میں تو صرف پیروی کرنے والا ہوں نئی بات ایجاد کرنے والا نہیں ہوں"۔

اس اصول کی روشنی میں ایک مسلمان کو سوبار یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی عقیدے کے بارے میں پوری طرح یہ اطمینان کرلے کہ آیا یہ عقیدہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے دور سے چلا آتا ہے؟ یا خیر القرون کے بعد کی پیداوار ہے؟ لیکن جب یہ اطمینان ہوجائے کہ فلاں عقیدہ خیرُ القرون سے متواتر چلا آتا ہے تو اس کے بعد کسی مسلمان کو اس پر اعتراض کرنے یا اس سے انحراف کرنے کا حق حاصل نہیں' جس شخص کو اسلام کے کسی متواتر عقیدے پر نکتہ چینی کا شوق ہو اس کا فرض ہے کہ مسلمانوں کی صف سے نکل کر غیر مسلموں کی صف میں کھڑا ہوجائے' اس کے بعد بصد شوق اسلام کے متواترات و مسلمات کو ہدف اعتراض بنائے۔

ہمارے مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی کی یہ منطق ناقابلِ فہم ہے کہ وہ

حیات عیسیٰؑ کے عقیدے کو تیرہ صدیوں سے متواتر بھی تسلیم کرتا ہے اور پھر اسے تبدیل کر کے ایک نیا نسخہ استعمال کرنے کا بھی مشورہ دیتا ہے' حالانکہ وہ یہ اصول تسلیم کرتا ہے کہ :

"حدیثوں کا وہ دوسرا حصہ جو تعامل کے سلسلہ میں آگیا اور کروڑ ہا مخلوقات ابتدا سے اس پر اپنے عملی طریق سے محافظ اور قائم چلی آئی ہے اس کو ظنی اور شکی کیوں کر کہا جائے؟ ایک دنیا کا مسلسل تعامل جو بیٹوں سے باپوں تک' اور باپوں سے دادوں تک' اور دادوں سے پڑدادوں تک بد یہی طور پر مشہور ہوگیا' اور اپنے اصل مبدا تک اس کے آثار اور انوار نظر آگئے اس میں تو ایک ذرہ گنجائش نہیں رہ سکتی' اور بغیر اس کے انسان کو کچھ نہیں بن پڑتا کہ ایسے مسلسل عمل در آمد کو اول درجے کے یقینیات میں سے یقین کرے' پھر جب کہ ائمہ حدیث نے اس سلسلہ تعامل کے ساتھ ایک اور سلسلہ قائم کیا' اور امور تعاملی کا اسناد راست گو اور متدین راویوں کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچادیا تو پھر بھی اس پر جرح کرنا درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جن کو بصیرت ایمانی اور عقل انسانی کا کچھ بھی حصہ نہیں ملا۔" (شہادت القرآن ص ۸۔ روحانی خزائن ص ۳۰۴)

آپ مدعا علیہ کی زبان سے سن چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کا آسمان پر زندہ ہونا اور پھر دوبارہ کسی وقت دنیا میں تشریف لانا امت اسلامیہ کا تیرہ سو سال سے متواتر عقیدہ رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متواتر ارشادات میں' جن کو تواتر کا اول درجہ حاصل ہے' یہی عقیدہ بیان ہوا ہے' اور خیر القرون میں یہ عقیدہ وہاں وہاں تک پہنچا ہوا تھا جہاں کہیں ایک مسلمان بھی آباد تھا۔ انصاف فرمایئے کہ اس سے بڑھ کر اس عقیدہ کی حقانیت کا اور کیا ثبوت پیش کیا جاسکتا ہے ؟

اس کے بعد بھی جو شخص اس عقیدے پر زبانِ طعن دراز کرتا ہے' اسلام کی مسلسل اور متواتر تاریخ کی تکذیب کرتا ہے' اسلام کے متواترات و قطعیات کو' جن کی پشت پر تیرہ سوسالہ امت کا تعامل موجود ہے' جھٹلانے کی جرات کرتا ہے۔ انصاف کیجئے کہ کیا ایسا شخص مسلمان کہلانے کا مستحق ہے؟

بہر حال ہمارے مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ مشورہ کہ :

"تم نے تیرہ سو برس سے یہ نسخہ استعمال کیا کہ حضرت عیسیٰ کو زندہ آسمان پر بٹھایا مگر اب دوسرا نسخہ ہم بتاتے ہیں وہ استعمال کر کے دیکھو اور وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کو وفات شدہ مان لو"۔

(ملفوظات ص ۳۰۰ ج ۱۰)

کسی مسلمان کے لئے لائقِ التفات نہیں ہوسکتا' کیونکہ کسی مسلمان کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ اسلام کے متواتر و مسلسل عقیدہ کو بدل ڈالنے کی جرأت کرے۔ اور جو شخص ایسی جرأت کرے وہ مسلمان نہیں' بلکہ اسلام کا دشمن ہے۔

فصل چہارم

حیات عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت مدعا علیہ کے الہام سے

یہاں تک حیات عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت قرآن مجید سے' احادیثِ متواترہ سے' اور امت اسلامیہ کے مسلسل اور غیر منقطع تعامل سے باقرار مدعا علیہ پیش کیا جاچکا ہے۔ اب ذیل میں معزز عدالت کی خدمت میں اس عقیدہ کا ثبوت خود مدعا علیہ' مرزا غلام احمد قادیانی کے الہام سے پیش کرنا چاہتا ہوں:

○ اپنی الہامی کتاب براہین احمدیہ میں قرآن کریم کی آیت: ھوالذی ارسل رسوله کی "الہامی تفسیر" کرتے ہوئے مدعا علیہ لکھتا ہے:

"لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے ..... سو چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے اس لئے خداوند کریم نے مسیح کی پیش گوئی میں ابتدا سے اس عاجز کو بھی شریک رکھا ہے' یعنی حضرت مسیح پیش گوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے' اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر اس کا محل اور مورد ہے۔" (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۴۹۸، ۴۹۹)

یعنی مدعا علیہ کو الہام کے ذریعہ اس آیت کریمہ کی جو تفسیر سمجھائی گئی ہے' اس کے نکات یہ ہیں:

○ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے دو دور ہیں' پہلا دور رفعِ آسمانی سے قبل کا' اور دوسرا دور ان کی آمد ثانی کا۔

○ پہلے دور میں ان کی حالت غربت و انکساری کی تھی' اور دوسرے دور میں ان کی آمد شاہانہ جاہ و جلال کے ساتھ ہوگی۔

○ مدعا علیہ (مرزا غلام احمد) پر ظاہر کیا گیا ہے کہ اس کی حالت حضرت مسیح علیہ السلام کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے۔

○ چونکہ مدعا علیہ کو حضرت مسیح علیہ السلام سے مشابہت تامہ حاصل ہے اس لئے مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی کی پیش گوئی میں اس کو بھی ابتداء ہی سے شریک کیا گیا ہے۔

○ مدعا علیہ کو الہام کے ذریعہ بتایا گیا کہ قرآن مجید کی مندرجہ بالا پیش گوئی (ھوالذی ارسل رسولہ الآیہ) کا ظاہری اور جسمانی مصداق حضرت مسیح علیہ السلام ہیں اور روحانی و معقولی طور پر اس کا مورد مدعا علیہ ہے۔

مدعا علیہ کی مندرجہ بالا عبارت میں فاضل عدالت کے لئے جو امر خاص طور پر لائق توجہ ہے' وہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیت قطعی الثبوت ہے اور مدعا علیہ نے "اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے" کہہ کر اس کی جو الہامی تفسیر کی ہے وہ بھی مدعا علیہ کے نزدیک قطعی ہے کہ یہ آیت حضرت مسیح علیہ السلام کی ظاہری و جسمانی آمد کی پیش گوئی ہے ..... پس قرآن مجید کی آیت اور مدعا علیہ کی الہامی تفسیر دونوں مل کر حضرت مسیح علیہ السلام کی ظاہری اور جسمانی آمد ثانی کو قطعی بنادیتے ہیں' جس کے بعد اس مسئلہ میں (کم از کم مدعا علیہ کو صاحب الہام ماننے والوں کے لئے) کسی قسم کے شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ ○

○ اسی کتاب میں مدعا علیہ (مرزا غلام احمد قادیانی) اپنا ایک الہام ان الفاظ میں نقل کرتا ہے:

"عسیٰ ربکم ان یرحم علیکم' وان عدتم عدنا' وجعلنا جھنم للکافرین حصیرا ○"۔

اور پھر اس کی مندرجہ ذیل تشریح کرتا ہے:

"خدا تعالیٰ کا ارادہ اس بات کی طرف متوجہ ہے جو تم پر رحم کرے'

اور اگر تم نے گناہ اور سرکشی کی طرف رجوع کیا تو ہم بھی سزا اور عقوبت کی طرف رجوع کریں گے' اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنا رکھا ہے' یہ آیت اس مقام میں حضرت مسیح کے جلالی طور پر ہونے کا اشارہ ہے۔ یعنی اگر طریق رفق اور نرمی اور لطف احسان کو قبول نہیں کریں گے اور حق محض جو دلائل واضحہ اور آیاتِ بینہ سے کھل گیا ہے اس سے سرکش رہیں گے تو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ جب خدا تعالٰی مجرمین کے لئے شدت اور عنف اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائے گا' اور حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالیت کے ساتھ دنیا پر اتریں گے' اور تمام راہوں اور سڑکوں کو خس و خاشاک سے صاف کردیں گے' اور کج اور ناراست کا نام و نشان نہ رہے گا' اور جلال الٰہی گمراہی کے تخم کو اپنی تجلی قہری سے نیست و نابود کردے گا۔ اور یہ (مرزا غلام احمد کا) زمانہ' اس زمانہ کے لئے (جس میں عیسٰی علیہ السلام تشریف لائیں گے) بطور ارہاص کے واقع ہوا ہے۔ یعنی اس وقت جلالی طور پر خدا تعالٰی اتمامِ حجت کرے گا' اب بجائے اس کے جمالی طور پر یعنی رفق اور احسان سے اتمام حجت کررہا ہے۔" (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۵۰۵)

نوٹ: مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی کے الہامات کا مجموعہ تذکرہ کے نام سے ربوہ سے شائع ہوا ہے اس میں فاضل مرتب نے زیر بحث الہام۔ عسٰی ربکم ان یرحم علیکم الخ پر حسب ذیل نوٹ لکھا ہے:

"حضرت اقدس نے اس الہام کو اربعین نمبر۲ کے نمبر۵ پر اور اس کے علاوہ کئی اور مقامات پر بھی بحوالہ براہین احمدیہ ان یرحمکم درج فرمایا ہے' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علٰی کا لفظ سہو کتابت ہے۔"

(تذکرہ طبع سوم ص ۷۹)

مدعا علیہ کے اس الہام اور اس کی تشریح سے واضح ہوجاتا ہے کہ مدعا علیہ کو قطعی الہام ہوا تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالیت کے ساتھ دنیا پر اتریں گے اور وہ براہین احمدیہ کے زمانہ میں خود اپنے الہام کی روشنی میں بھی یہی عقیدہ رکھتا تھا۔

باب دوم

مدعا علیہ نے اپنا عقیدہ بدل لیا

فاضل عدالت کے روبرو مدعا علیہ' مرزا غلام احمد قادیانی کا اقراری بیان گزشتہ سطور میں پیش کیا جاچکا ہے۔ اس کے بعد مدعا علیہ کے گریز و فرار پر بحث کرنے کی حاجت نہیں رہ جاتی' کیونکہ یہ اصول بھی تمام عدالتوں میں تسلیم شدہ ہے کہ اقرار کے بعد مدعا علیہ کا انکار معتبر نہیں ہوا کرتا' خود مدعا علیہ بھی اس اصول کو تسلیم کرتا ہے کہ :

"جناب من !اقرار کے بعد کوئی قاضی انکار نہیں سن سکتا۔"

(اعجاز احمدی ص ۳۰)

لہٰذا مدعا علیہ ہزار بار بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور آمدِ ثانی کا انکار کرتا رہے کہ اقرار کے بعد یہ انکار عدالت کی نظر میں لغو اور لایعنی تصور کیا جائے گا۔

تاہم تکمیل بحث کی خاطر میں چاہتا ہوں کہ معزز عدالت کے سامنے مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی کے اسلامی عقیدہ سے انحراف اور گریز و فرار کی داستان بھی پیش کردی جائے' تاکہ فاضل عدالت کو اندازہ ہوسکے کہ مدعا علیہ کا گریز و فرار کہاں تک اخلاص و صداقت پر مبنی ہے؟

اوپر معلوم ہوچکا ہے کہ مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی نے چالیس سال کی عمر میں اپنی الہامی زندگی کا آغاز اپنی پہلی الہامی کتاب براہین احمدیہ سے کیا تھا' اور اس میں قرآن مجید کی آیت :ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ الآیہ کے تحت یہ عقیدہ درج کیا تھا کہ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف

لائیں گے۔" اور یہ کہ:

○ "__ اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے۔ اور حضرت مسیح پیش گوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر اس کا محل اور مورد ہے۔" (براہین احمدیہ ص ۴۹۹)

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۵۰۵ پر حضرت عیسٰی علیہ السلام کی تشریف آوری کا عقیدہ اپنے ایک الہام کی تشریح کرتے ہوئے درج کیا۔ پھر براہین احمدیہ کی اشاعت کے دس بارہ برس بعد تک مدعا علیہ اسی عقیدہ پر قائم رہا۔ چنانچہ وہ خود لکھتا ہے:

○ "__ پھر میں قریباً" بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے' بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شد و مد سے براہین احمدیہ میں مسیح موعود قرار دیا ہے' اور میں حضرت عیسٰی کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جما رہا' اور جب بارہ برس گزر گئے' تب وہ وقت آگیا کہ مجھ پر اصل حقیقت کھول دی جائے۔"

(اعجاز احمدی ص ۷۔ روحانی خزائن ص ۱۱۳ ج ۱۹)

○ "__میں نے براہین احمدیہ میں یہ اعتقاد ظاہر کیا تھا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام پھر واپس آئیں گے' مگر یہ بھی میری غلطی تھی جو اس الہام کے مخالف تھی جو براہین احمدیہ میں ہی لکھا گیا تھا' کیونکہ اس الہام میں خدا تعالٰی نے میرا نام عیسٰی رکھا' اور مجھے اس قرآنی پیش گوئی کا مصداق ٹھہرایا جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے لئے خاص تھی' وہ آیت یہ ہے: ھوالذی ارسل رسولہ بالھدٰی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ"۔ (ایام الصلح ص ۴۶' خزائن ۲۷۲ ج ۱۴)

لیکن دس بارہ سال بعد مدعا علیہ کی زندگی میں ایک نیا تغیر پیدا ہوا اور اس نے اپنی سابقہ تحریرات کو پشت انداز کرتے ہوئے یکایک یہ اعلان کردیا کہ عیسٰی

علیہ السلام مرچکے ہیں' اور ان کی جگہ اللہ تعالیٰ نے مجھے "مسیح موعود" اور "عیسیٰ بن مریم" بناکر کھڑا کردیا ہے اور قرآن کی جو پیش گوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمدِ ثانی سے مخصوص تھی اب اللہ تعالیٰ نے مجھ سے متعلق کردی ہے۔

یہاں سے مدعا علیہ کے اعتقاد کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔ اس دور کے بارے میں معزز عدالت کو تین تنقیحات کا جائزہ لینا ہوگا۔

- مدعا علیہ نے اپنا عقیدہ کیوں تبدیل کیا اور اس کی بنیاد کیا تھی؟
- مدعا علیہ نے اپنے سابقہ اعتقاد کے بارے میں کیا عذر پیش کئے؟
- دوسرے دور میں مدعا علیہ نے اپنے سابقہ عقیدہ کے بارے میں کن خیالات کا اظہار کیا؟

ان تین مباحث کو ذیل کے ابواب میں ذکر کیا جاتا ہے۔

باب سوم
مدعا علیہ کے تبدیلی عقیدہ کی بنیاد

اس سوال کا جواب معزز عدالت کو مدعا علیہ کی مندرجہ ذیل تصریحات سے بوضاحت معلوم ہوجائے گا:

○ "یہ اسی قسم کا تناقض ہے کہ جیسے براہین احمدیہ میں میں نے یہ لکھا تھا کہ مسیح بن مریم آسمان سے نازل ہوگا' مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں۔ اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا کہ اگرچہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی' مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا' اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر سے نازل ہوں گے' اس لئے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر

حمل نہ کرنا چاہا' بلکہ اس وحی کی تاویل کی' اور اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا' اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا۔ لیکن بعد اس کے اس بارہ میں بارش کی طرح وحی الٰہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا تو ہی ہے۔" (حقیقت الوحی ص ۱۴۹۔ خزائن ۱۵۳ ج ۲۲)

○ "اور مجھے یہ کب خواہش تھی کہ میں مسیح موعود بنتا' اور اگر مجھے یہ خواہش ہوتی تو براہین احمدیہ میں اپنے پہلے اعتقاد کی بنا پر کیوں لکھتا کہ مسیح آسمان سے آئے گا؟ حالانکہ اسی براہین میں خدا نے میرا نام عیسیٰ رکھا ہے' پس تم سمجھ سکتے ہو کہ میں نے پہلے اعتقاد کو نہیں چھوڑا تھا جب تک خدا نے روشن نشانوں اور کھلے الہاموں کے ساتھ نہیں چھڑایا۔" (تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۴۲۔ خزائن ص ۶۰۲ ج ۲۲)

○ "میں بھی تمہاری طرح بشریت کے محدود علم کی وجہ سے یہی اعتقاد رکھتا تھا کہ عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوگا' اور باوجود اس بات کے کہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا' اور جو قرآن شریف کی آیتیں پیش گوئی کے طور پر حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب تھیں' وہ سب میری طرف منسوب کردیں' اور یہ بھی فرمایا کہ تمہارے آنے کی خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے' مگر پھر بھی میں متنبہ نہ ہوا اور براہین احمدیہ حصص سابقہ میں میں نے وہی غلط عقیدہ اپنی رائے کے طور پر لکھ دیا اور شائع کردیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔

اور میری آنکھیں اس وقت تک بالکل بند رہیں جب تک کہ خدا نے بار بار کھول کر مجھ کو نہ سمجھایا کہ عیسیٰ بن مریم اسرائیلی تو فوت ہوچکا ہے' اور وہ واپس نہیں آئے گا۔ اس زمانہ اور اس امت کے لئے تو ہی عیسیٰ بن مریم ہے۔" (براہین پنجم ص ۸۵ خزائن ص ۱۱۱ ج ۲۱)

مدعا علیہ کی اس قسم کی تصریحات اس کی کتابوں میں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ مگر میں سردست انہی پر اکتفا کرتا ہوں۔ مندرجہ بالا عبارتوں میں مدعا علیہ تسلیم

"کرتا ہے کہ:

○ اسے براہین احمدیہ کے الہام کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم کہا تھا' اور یہ کہ خدا تعالیٰ نے اسے آگاہ کردیا تھا کہ وہی مسیح موعود ہے' اور خدا رسول نے اسی کے آنے کی خبر دی تھی۔ اور قرآن کریم کی ان تمام آیات کو جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کی پیش گوئی تھی' اس کی طرف منسوب کر دیا تھا۔

○ مدعا علیہ دس بارہ برس تک اس متواتر الہام کا مطلب سمجھنے سے قاصر رہا۔ اس لئے اس نے اس متواتر الہام کے ظاہری معنی مراد لینے سے اجتناب کیا۔ اور اپنا عقیدہ وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا۔

○ بارہ سال بعد مدعا علیہ کو متواتر الہامات کے ذریعہ انکشاف ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرچکے ہیں' اور ان کی جگہ مدعا علیہ کو مسیح موعود نامزد کردیا گیا ہے۔

○ اس سے یہ بات صاف ہوگئی کہ جب تک مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی کو ...... بقول اس کے ..... متواتر الہامات کے ذریعہ نہیں بتایا گیا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوچکے ہیں تب تک اس کے سابقہ عقیدے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی' یہ تبدیلی اس وقت ہوئی جب مدعا علیہ کو الہام کے ذریعہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات معلوم ہوئی۔ لہٰذا مدعا علیہ کی تبدیلی عقیدہ کی بنیاد اس کا الہام' یا الہامی انکشاف ہے۔ اس انکشاف کے بعد مدعا علیہ نے قرآن کریم کی متعدد آیات سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا عقیدہ کشید کرنے کی کوشش کی۔ یہ آیات حالانکہ قرآن کریم میں اس وقت بھی موجود تھیں جب مدعا علیہ' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کا عقیدہ رقم کررہا تھا۔ مگر نہ مدعا علیہ کے ذہن نارسا کی رسائی ان سے "موت مسیح" تک ہوئی' اور نہ پہلے اکابر امت نے ان آیات سے

"وفات مسیح" کا عقیدہ کشید کیا۔

اب میں معزز عدالت کے سامنے مدعا علیہ کی اس "الہامی بنیاد" کے بارے میں چند معروضات پیش کرتے ہوئے عدالت سے حق کوشی و انصاف پروری کی درخواست کروں گا۔

اول : گزشتہ سطور میں واضح کیا جاچکا ہے کہ مدعا علیہ نے قرآن کریم کی آیات' آنحضرت ﷺ کے آثار مرویہ اور امت اسلامیہ کے تعامل و تواتر کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا عقیدہ براہین احمدیہ میں درج کیا تھا' جس پر بارہ سال تک قائم رہا اور اس کی نشرو اشاعت کرتا رہا' اب عدالت کو جس نکتہ پر سب سے پہلے غور کرنا ہے وہ یہ ہے کہ جو عقیدہ مدعا علیہ کے بقول قرآن و حدیث اور امت اسلامیہ کے تعاملی تواتر سے ثابت ہو' کیا اس کو محض الہام کی بنا پر تبدیل کرنا جائز ہے؟ ہمارا موقف یہ ہے کہ اگر کسی کو ایسا الہام ہو تو خود اس الہام میں تو تاویل کی جاسکتی ہے' مگر اس کی بنیاد پر کسی عقیدہ میں تبدیلی پیدا کرنا صحیح نہیں۔ اگر میں اس نکتہ پر اسلامی لٹریچر کے حوالے دوں گا تو بحث طویل ہوجائے گی اس لئے میں اس نکتہ پر بھی مدعا علیہ کا حوالہ پیش کردینا ہی مناسب سمجھتا ہوں۔ موصوف لکھتے ہیں :

> " قرآن کریم کی رو سے الہام اور وحی میں دخل شیطان ممکن ہے۔ اور پہلی کتابیں توریت اور انجیل اس دخل کی مصدق ہیں' اور اسی بنا پر الہام ولایت یا الہام عامہ مومنین بجز موافقت و مطابقت قرآن کریم کے حجت بھی نہیں۔" (ازالہ اوہام ص ۶۳۹۔ خزائن ص ۴۴۰ ج ۳)

مدعا علیہ کا یہ الہام کہ عیسیٰ مرگیا ہے' چونکہ خود اسی کی سابقہ تصریحات کے مطابق قرآن کریم اور آثار نبویہ کے خلاف ہے۔ اس لئے اس الہام پر اعتماد کرتے ہوئے تبدیلی عقیدہ کی جرأت' ایک بے جا جرأت نہیں تو اور کیا ہے؟

دوم: آغاز بحث میں مدعا علیہ کا یہ فقرہ نقل کرچکا ہوں کہ:

"ایسے شخص کی نسبت' جو مخالف قرآن و حدیث کوئی اعتقاد رکھتا ہے' ولایت کا گمان ہرگز نہیں کرسکتے' بلکہ وہ دائرہ اسلام سے خارج سمجھنا چاہئے' اور اگر وہ کوئی نشان بھی دکھادے تو وہ نشان کرامت متصور نہیں ہوتا' بلکہ اس کو استدراج کہا جاتا ہے۔"

عرض کیا جاچکا ہے کہ مدعا علیہ ایک عرصہ تک حیاتِ عیسیٰ؈ کا قائل اور مبلّغ و منّاد رہا ہے' سوال یہ ہے کہ مدعا علیہ کا پہلا عقیدہ قرآن و حدیث کے خلاف تھا' تو وہ اپنی گزشتہ بالا تصریح کے مطابق باون برس تک دائرہ اسلام سے خارج رہا۔ معزز عدالت کو فیصلہ کرنا چاہئے کہ ایسا شخص جو باون برس تک دائرہ اسلام سے خارج رہا ہو کیا وہ یکایک الہام کے ذریعہ مسیح موعود بنادیا جاتاہے؟ اور کیا ایسے شخص کا الہام' حجت شرعی ہونا تو کجا؟ لائق التفات بھی ہوسکتا ہے؟

اور اگر مدعا علیہ کا نیا عقیدہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ جیسا کہ اس کی گزشتہ تصریحات سے یہی عیاں ہوتا ہے' تو وہ اس نئے عقیدے کو اپناکر دائرہ اسلام سے خارج ہوا۔ سوال یہ ہے کہ کیا ایسے شخص کو "مسیح موعود" مان لینا عقل و انصاف کی رو سے جائز ہے؟

مختصر یہ کہ مدعا علیہ کے دو متناقض عقیدوں میں سے ایک تو لامحالہ قرآن و حدیث کے خلاف ہوگا۔ اس سے مدعا علیہ کا خود اس کی تصریح کے مطابق خارج از اسلام ہونا لازم آتا ہے اور ایسے شخص کے الہام کو ماننا مدعا علیہ کے بقول "مومن کا کام نہیں' بلکہ ان نادانوں کا کام ہے جو قرآن اور حدیث سے کوئی غرض نہیں رکھتے۔"

(اشتہار بمقابل سید نذیر حسین صاحب مندرجہ مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۲۲۷)

سوم: گزشتہ سطور میں مدعا علیہ کے اقرار سے ثابت کیا جاچکا ہے کہ تیرہ

سو سال سے امت کا یہی عقیدہ رہا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر زندہ ہیں۔ لہٰذا مدعا علیہ کا جدید الہامی عقیدہ امت کے اعتقادی تواتر کے خلاف ہے' اور ایسے شخص کے بارے میں مدعا علیہ کی رائے یہ ہے:

" ○ من زاد علی ھذہ الشریعۃ مثقال ذرۃ او نقص منھا اوکفر بعقیدۃ اجماعیۃ فعلیہ لعنۃ اللّٰہ والملائکۃ والناس اجمعین۔"

" ○ وہرکہ بمقدار یک ذرہ بریں شریعت زیادہ کرد' یاکم نمود' یا انکار عقیدہ اجماعیہ کرد پس بر ولعنت خدا و لعنت فرشتگان و لعنت ہمہ آدمیاں۔" (انجام آتھم ص ۱۴۴)

ترجمہ "اور جو شخص اس شریعت میں ایک ذرہ کا اضافہ کرے' یا اس میں کمی کرے' یا کسی عقیدہ اجماعیہ کا انکار کرے اس پر اللہ کی لعنت' فرشتوں کی لعنت اور تمام آدمیوں کی لعنت۔"

" ○ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے' یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالحین کا اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا' اور وہ امور جو اہلسنّت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں' ان سب کا ماننا فرض ہے۔ (اور فرض کا منکر بے ایمان اور برگشتہ از اسلام ہی کہلائے گا۔ ناقل)"

(ایام الصلح اردو ص ۸۷٫ ۹۷)

مدعا علیہ کے ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ جو شخص امت کے اجماعی عقیدہ خصوصاً" عقیدہ اہل سنت کا منکر ہو اس پر خدا کی لعنت' فرشتوں کی لعنت اور سارے انسانوں کی لعنت!۔ ایسا ملعون اور ازلی بدبخت بے ایمان ہے' اسلام سے برگشتہ ہے۔ اب انصاف فرمایا جائے کہ ہمارا مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی خود اپنے اقرار سے ملعون' بے ایمان اور برگشتہ از اسلام ہوا یا نہیں؟

چہارم: اوپر مدعا علیہ کے بیانات سے ثابت کیا جاچکا ہے کہ اکابر اولیاء اللہ مجددین امت اور ارباب کشف و الہام' حیات عیسیٰؑ کے عقیدہ پر دنیا سے رخصت ہوئے ہیں' اور انہوں نے کتاب و سنت سے یہی عقیدہ اخذ کیا ہے' اور مدعا علیہ کا کہنا ہے کہ:

"اور ممکن نہیں کہ ایک گروہ کثیر اہل کشف کا جو تمام اولین اور آخرین کا مجمع ہے' وہ سب جھوٹے ہوں اور ان کے تمام استنباط بھی جھوٹے ہوں۔" (تحفہ گولڑویہ ص ۲۴۰۔ خزائن ص ۳۲۶ ج ۱۷)

اب اگر مدعا علیہ کے الہامی عقیدے کو تسلیم کرلیا جائے تو اس سے ان تمام اہل کشف کا جھوٹا اور ان کے استنباط کا غلط ہونا لازم آتا ہے' اور یہ مدعا علیہ کے نزدیک محال ہے' اور جس چیز سے محال لازم آتا ہو وہ خود محال ہوتی ہے۔ لہٰذا مدعا علیہ کی یہ الہامی بنیاد خود اس کے اعتراف سے محال ثابت ہوئی۔ اور اس بنیاد پر اس کا مسیح موعود ہونا بھی محال ہوا۔ کیا قادیانی برادری میں کوئی ایک آدمی بھی ایسا ہے' جو عقل و انصاف سے کام لے؟ الیس منکم رجل رشید؟

پنجم: اوپر براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۰۵ سے مدعا علیہ کا الہام نقل کیا جاچکا ہے۔ جس میں حضرت عیسیٰؑ کے جلالی طور پر دنیا میں آنے کی پیش گوئی کی گئی تھی' اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مدعا علیہ کا نیا الہام کہ "عیسیٰ مرچکا ہے۔" اس کے پہلے الہام کے معارض ہے۔ اور تعارض کی صورت میں دو صورتیں ممکن ہیں۔ اول یہ کہ اذاتعارضا تساقطا پر عمل کرتے ہوئے ان دونوں الہاموں کو ساقط الاعتبار قرار دیا جائے۔ دوم یہ کہ ان دونوں میں کسی ایک کو ترجیح دی جائے۔

اب معزز عدالت کو فیصلہ کرنا چاہئے کہ مدعا علیہ کا پہلا الہام قابل ترجیح

ہے جس کی پشت پر مدعا علیہ کی سابقہ تصریحات کے مطابق' قرآن کریم ہے' آثار نبویہ ہیں اور امت کے سلف صالحین کا اجماعی عقیدہ ہے۔ اور جس پر مدعا علیہ خود بھی باون سال تک قائم رہا ہے۔ یا اس کے برعکس وہ الہام قابل ترجیح ہے جس سے مدعا علیہ کی سابقہ تصریحات کی نفی ہوتی ہے' امت اسلامیہ کا متواتر عقیدہ غلط ٹھہرتا ہے' اور خود مدعا علیہ کو طویل مدت تک وادی کفر و ضلالت میں سرگرداں اور ملعون تسلیم کرنا پڑتا ہے؟ الغرض اگر مدعا علیہ کو اپنے الہام پر ایمان ہے اور وہ اس کے نزدیک شرعی حجت ہے تو براہین احمدیہ میں پہلے سے قائم شدہ حجت کو باطل کرنا قطعاً" غیر معقول ہے۔

ششم: معزز عدالت کے سامنے روز روشن کی طرح واضح ہوچکا ہے کہ مدعا علیہ کے عقائد میں بھی تناقض رہا ہے' نیز اس کے فہم قرآن میں بھی تناقض ہے' کیونکہ وہ پہلے قرآن کی روشنی میں حیات عیسیٰؑ کا قائل تھا' پھر دور ثانی میں قرآن سے ہی اس نے وفات عیسیٰؑ کا سراغ نکالنا شروع کردیا۔ اسی طرح مدعا علیہ کے الہامات میں بھی تناقض ہے کہ پہلے اسے حیات عیسیٰؑ کا الہام ہوا تھا' جو اس نے براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۸ر ۴۹۹ اور ۵۰۵ میں درج کیا' اور پھر اسے بارہ سال بعد وفات عیسیٰؑ کا الہام ہوا۔ گویا مدعا علیہ چار قسم کے تناقضات میں مبتلا رہا ہے۔ ۱ ... عقائد میں تناقض۔ ۲ ... فہم قرآن میں تناقض۔ ۳ ... الہامات میں تناقض۔ ۴ ... عبارات میں تناقض۔

چنانچہ مدعا علیہ خود ہی اپنے تناقض کا اقرار کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

"میں نے ان متناقض باتوں کو براہین میں جمع کردیا ہے۔"

(اعجاز احمدی ص ۸۔ خزائن ص ۱۱۴ ج ۱۹)

جس شخص کے کلام میں تناقض ہو اس کے بارے میں مدعا علیہ کا فتویٰ حسب ذیل ہے:

○ "...... کسی ہوشیار، عقل مند اور صاف دل انسان کے کلام میں ہرگز تناقض نہیں ہوتا، ہاں اگر کوئی پاگل یا مجنوں یا ایسا منافق ہو کہ خوشامد کے طور پر ہاں میں ہاں ملادیتا ہو اس کا کلام بے شک متناقض ہوجاتا ہے۔" (ست بچن ص ۳۰۔ خزائن ص ۱۴۲ ج ۱۰)

○ "... ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو متناقض باتیں نکل نہیں سکتیں کیونکہ ایسے طریق سے یا انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق۔"

(ست بچن ص ۳۱۔ خزائن ۱۴۳ ج ۱۰)

○ "..... پھر تناسخ کا قائل ہونا اسی شخص کا کام ہے جو پرلے درجہ کا جاہل ہو جو اپنے کلام میں متناقض بیانوں کو جمع کرے اور اس پر اطلاع نہ رکھے۔" (ست بچن ص ۲۹۔ خزائن ۱۴۱ ج ۱۰)

○ "... ہر ایک کو سوچنا چاہئے کہ اس شخص کی حالت ایک مخبوط الحواس آدمی کی حالت ہے کہ ایک کھلا کھلا تناقض اپنے کلام میں رکھتا ہے۔" (حقیقت الوحی ص ۱۸۴۔ خزائن ص ۱۹۱ ج ۲۲)

○ "... اور جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے۔"

(ضمیمہ براہین حصہ پنجم ص ۱۱۱۔ خزائن ۲۷۵ ج ۲۱)

پس جب کہ مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی تسلیم کرتا ہے کہ اس کے کلام میں تناقض ہے اور یہ کہ جس شخص کے کلام میں تناقض ہو وہ پاگل، مجنون، مخبوط الحواس، پرلے درجے کا جاہل، جھوٹا اور منافق ہوتا ہے تو معزز عدالت کے نزدیک مدعا علیہ اور اس کے الہام کی حیثیت کیا ہونی چاہئے؟ آیا ایسے شخص کے الہام کی بنا پر کسی مسلمہ عقیدہ کو تبدیل کرلینا صحیح ہے؟ اور کیا ایسے شخص کو مسیح موعود ماننا روا ہے؟۔ ع "منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر"

ہفتم: مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ بیان قبل ازیں عدالت میں پیش کیا جاچکا ہے کہ:

"اگرچہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر سے نازل ہوں گے۔ اس لئے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر نہ کرنا چاہا بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا لیکن بعد اس کے اس بارہ میں بارش کی طرح وحی الٰہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا تو ہی ہے۔"

مدعا علیہ اقرار کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام کے ذریعہ اس کو براہین احمدیہ میں عیسیٰ بنادیا گیا تھا مگر اس کے باوجود اس نے اپنا اسلامی عقیدہ تبدیل نہیں کیا' بلکہ اپنے الہام میں تاویل کی' لیکن بعد کی مسلسل وحی نے مدعا علیہ کو اس بات پر مجبور کردیا کہ وہ اپنے الہام کو ظاہری معنی پر محمول کرکے اپنے تئیں سچ مچ عیسیٰؑ سمجھ لے اور عیسیٰ علیہ السلام کو مرا ہوا فرض کرلے۔

اس سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ مدعا علیہ کے جس الہام پر اس کے دعویٰ اور تبدیلی عقیدہ کی بنیاد ہے اس میں تاویل ہوسکتی تھی' اور کچھ ضروری نہ تھا کہ خواہ مخواہ اسے ظاہری معنی پر ہی محمول کیا جاتا' یہی وجہ ہے کہ مدعا علیہ اس تاویل کے سہارے ایک عرصہ تک اپنے سابق اسلامی عقیدہ پر قائم رہا۔ اس کے عقیدہ میں تبدیلی اس وقت واقع ہوئی جب اس نے اپنے الہام کی تاویل کو چھوڑ کر اس کے ظاہری معنی لئے' اور اپنے الہام کا یہ مطلب لیا کہ وہی سچ مچ عیسیٰ بن مریم اور مسیح موعود ہے۔ گویا مدعا علیہ کو اپنے الہام کے بارے میں اصرار ہے کہ اس کے ظاہری معنی ہی مراد ہیں۔ لیکن اس کے برعکس مدعا علیہ کو اصرار ہے کہ قرآن و حدیث میں جس "عیسیٰ بن مریم" کے آنے کی پیش گوئی کی گئی اس کے ظاہری معنی مراد نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنفس

نفیس آسمان سے نازل ہوں گے' بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص اس امت میں عیسیٰ علیہ السلام کی خو بو پر پیدا ہو گا گویا وہ بعینہ عیسیٰ ہو گا۔

مدعا علیہ کا یہ نظریہ صحیح ہے یا غلط؟ اس سے یہاں بحث نہیں' یہاں معزز عدالت کے لئے لائق توجہ جو امر ہے وہ یہ ہے کہ مدعا علیہ اپنے "الہام" کو اصل ٹھہرا کر قرآن و حدیث میں تو تاویل کرتا ہے۔ لیکن قرآن و حدیث کو اصل ٹھہرا کر اپنے الہام میں تاویل کرنے پر آمادہ نہیں۔ گویا اس کا الہام تو ایسی قطعی چیز ہے کہ اس کے ظاہری معنی ہی مراد لینا ضروری ہے' اور پھر الہام کو ظاہری معنی کے مطابق بنانے کے لئے قرآن و حدیث کے بے شمار نصوص میں تاویل کرنا لازم ہے' لیکن قرآن و حدیث کا درجہ مدعا علیہ کے نزدیک ایسا نہیں کہ انہیں ظاہر پر محمول کرکے وہ اپنے الہامات کی تاویل کرے۔ سوال یہ ہے کہ جو شخص بارہ برس تک اپنے الہام کا مطلب سمجھنے سے قاصر رہا ہو کیا اس کا الہام اور الہامی فہم اس درجہ لائق اعتماد ہو سکتا ہے کہ اس کو اصل ٹھہرا کر قرآن و حدیث کے ظاہری معنی کو چھوڑ دیا جائے' اور تیرہ سو سال کے سلف صالحین کے اجماعی' قطعی اور متواتر عقیدے کو خیرباد کہہ کر ایک نیا عقیدہ تراش لیا جائے؟ کیا معزز عدالت کی نظر میں قرآن و حدیث کی اتنی بھی قیمت نہیں جتنی کہ مرزا غلام احمد کے الہام کی ہے؟ اگر معزز عدالت کی نظر میں قرآن و حدیث زیادہ قیمتی ہیں تو وہ مدعا علیہ سے یہ دریافت کرے کہ اسے یہ حق کس نے دیا ہے کہ وہ اپنے الہام کو اصل الاصول قرار دے کر اس کو تو ظاہری معنی پر محمول کرے اور پھر اپنے الہام کی سان پر چڑھا کر قرآن و حدیث کے کس بل نکالے ؟

ایک سلیم الفطرت مسلمان کا فرض تو یہ ہونا چاہئے کہ قرآن و حدیث کا وہی مفہوم لے جو تیرہ سو سال سے سلف صالحین نے سمجھا ہے' اسی کے مطابق

اپنا عقیدہ رکھے' اور اگر اس کے خلاف کسی کا الہام ہو تو زیادہ سے زیادہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ اس الہام میں تاویل کرکے اسے قرآن و حدیث کے ظاہری اور مسلمہ و متواتر مفہوم کے مطابق کیا جائے۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ایسے الہام کو "کلائے بد بریش خاوند" کہہ کر رد کردیا جائے۔

اسلامی عقائد کی کتابوں میں یہ اصول درج کیا گیا ہے:

"والنصوص من الکتاب والسنة تحمل علی ظواہرھا' مالم یصرف عنہا دلیل قطعی ......والعدول عنہا ای عن الظواہر الی معانی یدعیہا اہل الباطن الحاد"

(شرح عقائد نسفی ص ۱۶۶ مطبوعہ خیر کثیر کراچی)

ترجمہ ":کتاب و سنت کے نصوص کو ان کے ظاہری معنوں پر محمول کیا جائے' الایہ کہ دلیل قطعی کی رو سے ان کا ظاہری معنوں پر محمول کرنا ممکن نہ ہو ...... اور اہل باطن جن معانی کا دعویٰ کرتے ہیں وہ الحاد و زندقہ ہے۔"

اور خود مدعا علیہ کو بھی یہ اصول مسلم ہے' چنانچہ وہ لکھتا ہے:

"کیونکہ یہ مسلم ہے کہ النصوص یحمل علیٰ ظواھرھا۔"

(ازالہ اوہام ص ۵۴۰۔ خزائن ص ۳۹۰ ج ۳)

لیکن ہمارے مدعا علیہ مرزا غلام احمد کی منطق یہ ہے کہ اس کے الہام کو ظاہری معنی پر (جو اسے بارہ برس تک خود بھی سمجھ نہیں آئے) محمول کرو' اور پھر قرآن و حدیث کے تمام نصوص کے معنی بدل کر اسے الہام کے ظاہری معنی پر منطبق کرو۔ کیا دنیا کی کوئی عدالت مدعا علیہ کی اس ستم ظریفی کو صحیح اور درست تسلیم کرتی ہے؟

ہشتم: مدعا علیہ کہتا ہے کہ اسے معصوم ہونے کا دعویٰ نہیں' چنانچہ لکھتا ہے:

"افسوس کہ بٹالوی صاحب نے یہ نہ سمجھا کہ نہ مجھے اور نہ کسی اور انسان کو بعد انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کا دعویٰ ہے۔"

(کرامات الصادقین ص ۵۔ خزائن ص ۴۷ ج ۷)

ظاہر ہے کہ غیر معصوم شخص کا الہام کبھی معصوم نہیں ہوسکتا اور غیر معصوم الہام پر تبدیلی عقیدہ کی بنیاد رکھنا صحیح نہیں۔ معزز عدالت مدعا علیہ سے دریافت کرے کہ اس نے غیر معصوم ہونے کے باوجود اپنے الہام کے ظاہری معنی کیوں مراد لئے؟ اور اس ظاہری معنی کی بنیاد پر اسلامی عقیدہ کو کیوں تبدیل کیا؟ اور قرآن و حدیث کو ظواہر کے چھوڑنے کی جرات کیوں کی؟

نہم: مدعا علیہ نے آئینہ کمالات اسلام میں لکھا ہے:

"جو شخص ایسی بات منہ پر لائے جس کی کوئی صحیح اصل شرع میں موجود نہ ہو۔ خواہ وہ ملہم ہو یا مجتہد وہ شیاطین کے ہاتھ میں کھلونا ہے۔"

(ص ۲۱۔ خزائن ص ۳۱ ج ۵)

اوپر عرض کیا جاچکا ہے کہ وفات عیسیٰ کی کوئی اصل صحیح مدعا علیہ کو اس وقت تک نہیں ملی جب تک اس نے اپنے الہام کو اصل بناکر قرآن و حدیث کو اس پر منطبق کرنا شروع نہیں کیا۔ اگر حضرت عیسیٰؑ کے وفات پاجانے کی کوئی اصل صحیح قرآن و حدیث میں موجود ہوتی تو تیرہ سو سال کے اکابر اولیاء اللہ اور ارباب کشف اس سے بے خبر نہ ہوتے' اور خود مدعا علیہ بھی ۵۲ برس کی عمر تک اس سے بے خبر نہ رہتا۔ وفات عیسیٰؑ کی خبر مدعا علیہ کو صرف الہام کے ذریعہ حاصل ہوئی۔ اب معزز عدالت کو فیصلہ کرنا ہے کہ مدعا علیہ کے مندرجہ بالا فتویٰ کے مطابق اسے شیاطین کے ہاتھ کا کھلونا کیوں نہ تصور کیا جائے؟ اور کیوں اس کے الہام کو اصل بناکر قرآن و حدیث کے معانی کو تبدیل کیا جائے۔؟

مندرجہ بالا وجوہ کا حاصل یہ ہے کہ مدعا علیہ نے جس الہامی بنیاد پر اپنا عقیدہ تبدیل کیا وہ علم و عقل کی میزان میں کوئی وزن نہیں رکھتی' اور نہ اس کی وجہ سے کسی مسلمہ اسلامی عقیدہ کو تبدیل کرنا صحیح ہے' بلکہ ایسا شخص منافق' ملحد' زندیق اور خارج از اسلام قرار پاتا ہے۔ پس ہماری استدعا ہے کہ عدالت از روئے انصاف مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی کو ان القاب کا مستحق قرار دے۔

چونکہ ہمارے پیش کردہ ولائل کا انحصار صرف مدعا علیہ کے مسلمات پر ہے اس لئے مدعا علیہ کے وکلاء اس کی جانب سے کوئی معقول اور اطمینان بخش صفائی پیش نہیں کرسکتے' نہ ہمارے ولائل کا کوئی معقول جواب دے سکتے ہیں۔

کیا ہم یہ توقع رکھیں کہ انصاف نام کی کوئی چیز دنیا میں موجود ہے؟

○

باب چہارم

سابقہ عقیدہ کے بارے میں مدعا علیہ کی عذر تراشیاں

پہلے معلوم ہوچکا ہے کہ ہمارے مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں "حیات مسیح" کا عقیدہ درج کیا تھا۔ لیکن ۱۸۹۱ء میں وہ اپنے اس عقیدہ سے منحرف ہوگیا اور اس کی جگہ یہ عقیدہ تراش لیا کہ مسیح ابن مریم مرگیا ہے اور اس کی جگہ میں مسیح بن کر آیا ہوں۔ اس پر یہ سوال ہوا کہ پھر تو نے پہلے "حیات مسیح" کا عقیدہ کیوں لکھا تھا۔ اس کے جواب میں اس نے جو اعذار پیش کئے وہ ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔ تاکہ معزز عدالت ان اعذار کو میزان عقل میں تول کر دیکھے کہ مدعا علیہ کے یہ عذر کہاں تک سچائی پر مبنی ہیں؟

پہلا عذر :میں نے رسمی عقیدہ لکھا تھا

مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی نے بار بار لکھا ہے کہ چونکہ عام مسلمانوں کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ ہیں اور وہ دوبارہ تشریف لائیں گے۔ اس لئے میں نے بھی براہین میں رسمی عقیدہ لکھ دیا تھا۔

چنانچہ اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھتا ہے :

> "میں نے براہین میں جو کچھ مسیح بن مریم کے دوبارہ آنے کا ذکر لکھا ہے وہ ذکر صرف ایک مشہور عقیدہ کے لحاظ سے ہے جس کی طرف آج کل ہمارے مسلمان بھائیوں کے خیالات جھکے ہوئے ہیں، سو اسی ظاہری اعتقاد کے لحاظ سے میں نے براہین میں لکھ دیا تھا کہ ..... جب مسیح بن مریم آئے گا تو اس کی ظاہری اور جسمانی دونوں طور پر خلافت ہوگی۔"
> (ازالہ اوہام ص ۱۹۷، ۱۹۸۔ خزائن ص ۱۹۶ ج ۳)

مدعا علیہ اپنی کتابوں میں بار بار لکھتا ہے کہ میں نے براہین میں رسمی عقیدہ لکھا تھا، لیکن ارباب عقل و انصاف درج ذیل امور پر غور کرکے فیصلہ فرمائیں کہ اس کا یہ عذر اس کی بریت ظاہر کرتا ہے، یا اس کے جرم کو مزید سنگین کردیتا ہے:

اول :مدعا علیہ نے اپنی کتاب براہین احمدیہ کے بڑے فضائل و مناقب بیان کئے تھے۔ مثلاً:

○ "... اول اس کتاب میں فائدہ یہ ہے کہ یہ کتاب مہمات دینیہ کے تحریر کرنے میں ناقص البیان نہیں، بلکہ وہ تمام .. صداقتیں کہ جن پر اصول علم دین کے مشتمل ہیں، اور وہ تمام حقائق عالیہ کہ جن کی ہیئت اجتماعی کا نام اسلام ہے وہ سب اس میں مکتوب اور مرقوم ہیں۔ اور یہ ایسا فائدہ ہے کہ جس سے پڑھنے والوں کو ضروریات دین پر احاطہ ہوجائے گا، اور کسی مغوی یا بہکانے والے کے پنجے میں نہیں آئیں گے، بلکہ دوسروں کو وعظ اور نصیحت اور ہدایت کرنے کے لئے ایک کامل استاذ اور ایک عیار رہبر بن جائیں گے۔" (براہین احمدیہ ص ۱۳۶)

○ "... پانچواں اس کتاب میں یہ فائدہ ہے کہ اس کو پڑھنے سے حقائق اور معارف کلام ربانی کے معلوم ہوجائیں گے ..... اور وہ تمام کامل صداقتیں جو اس میں دکھائی ہیں وہ سب آیات بینات قرآن شریف سے ہی لی گئی ہیں ... پس حقیقت میں یہ کتاب قرآن شریف کے دقائق اور حقائق اور اس کے اسرار عالیہ اور اس کے علوم حکمیہ اور اس کے اعلیٰ فلسفہ کو ظاہر کرنے کے لئے ایک عالی شان تفسیر ہے۔"

(ص ۱۳۷)

○ "اس احقر نے ..... جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اس وقت اس عاجز کے ہاتھ میں ایک دینی کتاب تھی کہ جو خود اس عاجز کی تالیف معلوم ہوتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کو دیکھ کر عربی زبان میں پوچھا کہ تو نے اس کتاب کا کیا نام رکھا

ہے؟ خاکسار نے عرض کیا کہ اس کا نام میں نے "قطبی" رکھا ہے۔ جس نام کی تعبیر اب اشتہاری کتاب (براہین احمدیہ) کی تالیف ہونے پر یہ کھلی کہ وہ ایسی کتاب ہے جو قطب ستارہ کی طرح غیر متزلزل اور مستحکم ہے۔ جس کے کامل استحکام کو پیش کرکے دس ہزار روپے کا اشتہار دیا گیا ہے۔" (براہین احمدیہ ص ۲۴۸)

○ براہین احمدیہ کے آخر میں ایک اشتہار "ہم اور ہماری کتاب" کے عنوان سے درج ہے جس میں مدعا علیہ لکھتا ہے:

"یہ عاجز بھی حضرت ابن عمران کی طرح اپنے خیالات کی شب تاریک میں سفر کررہا تھا کہ ایک دفعہ پردہ غیب سے "انی انا ربک" کی آواز آئی' اور ایسے اسرار ظاہر ہوئے کہ جن تک عقل اور خیال کی رسائی نہ تھی۔ سو اب اس کتاب کا متولی اور مہتمم ظاہراً" و باطناً" حضرت رب العالمین ہے۔" (مجموعہ اشتہارات ص ۵۶ ج ۱)

مدعا علیہ کے اپنی کتاب براہین احمدیہ کے بارے میں ان بلند بانگ دعووں پر نظر کی جائے اور پھر انصاف کیا جائے اگر یہ کتاب واقعی ان صفات کی حامل تھی تو اس میں غلط' اور گمراہ کن عقائد کیسے درج کردیئے گئے؟ معلوم ہوا کہ مدعا علیہ نے یہ عقیدہ محض رسمی طور پر نہیں لکھا تھا' بلکہ قرآن و حدیث کی روشنی میں پورے شرح صدر کے ساتھ لکھا تھا۔

دوم: مدعا علیہ کا یہ عذر اس وجہ سے بھی باطل ہے کہ اس نے بزعم خود یہ کتاب ملہم و مجدد ہونے کی حیثیت سے لکھی تھی' جیسا کہ مندرجہ بالا اقتباس سے ظاہر ہے کہ اسے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح اس کو "انی انا ربک" کے خطاب وحی سے نوازا گیا' جو درحقیقت نبوت کا دعویٰ ہے۔

علاوہ ازیں ایک دوسرے اشتہار میں مدعا علیہ لکھتا ہے:

"کتاب براہین احمدیہ' جس کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے مؤلف نے

ملہم و مامور ہو کر بغرض اصلاح و تجدید دین تالیف کیا ہے۔ جس کے ساتھ دس ہزار روپے کا اشتہار ہے'۔۔۔۔ اور مصنف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے۔"

(مجموعہ اشتہارات ص ۲۳ ج اول مطبوعہ لندن)

اور مدعا علیہ نے اس کتاب میں اپنے بہت سے الہام بھی درج کئے تھے' جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے کو ملہم من اللہ سمجھتا تھا' الغرض مدعا علیہ کے دعویٰ کے مطابق وہ براہین احمدیہ کی تالیف کے زمانے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور اور ملہم من اللہ تھا' اور اس نے مجدد وقت کی حیثیت سے یہ کتاب اصلاح و تجدیددین کے لئے لکھی تھی۔ اور جو شخص ملہم و مجدد ہو اس کے بارے میں مدعا علیہ کی رائے یہ ہے:

○ "۔۔۔وہ اس قدر طبعاً" مرضات الٰہیہ میں فنا ہوجاتا ہے کہ خدا میں ہو کر بولتا ہے' اور خدا میں ہو کر دیکھتا ہے' اور خدا میں ہو کر سنتا ہے' اور خدا میں ہو کر چلتا ہے' گویا اس کے جبہ میں خدا ہی ہوتا ہے۔"

(حقیقتہ الوحی ص ۲۳۔ خزائن ص ۲۵ ج ۲۲)

○ "۔۔۔ وہ اپنی نفسانی حیات سے مر کر خدا تعالیٰ کی ذات کا مظہر اتم ہوجاتے ہیں۔ اور ظلی طور پر خدا تعالیٰ ان کے اندر داخل ہوجاتا ہے۔"

(ایضا ص ۲۴۔ خزائن ص ۲۶)

○ "۔۔۔خدا ان پر نازل ہوتا ہے' اور خدا کا عرش ان کا دل ہوجاتا ہے۔" (ایضا" ۵۴۔ خزائن ۵۶)

○ "۔۔۔خدا کے کلام کے متعلق وہ معارف صحیحہ (ان کو) سوجھتے ہیں جو دوسروں کو نہیں سوجھ سکتے۔ کیونکہ وہ روح القدس سے مدد پاتے ہیں۔" (ایضا" ص ۵۰۔ خزائن ص ۵۷)

○ "۔۔۔اور بباعث نہایت درجہ فنا فی اللہ ہونے کے اس کی

زبان ہر وقت خدا کی زبان ہوتی ہے۔ اور اس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اور اگرچہ اس کو خاص طور پر الہام بھی نہ ہو تب بھی جو کچھ اس کی زبان پر جاری ہوتا ہے وہ اس کی طرف سے نہیں۔ بلکہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔" (حقیقتہ الوحی ص ۶۱۔ خزائن ص ۱۸ ج ۲۲)

○ " ... اس عاجز کو اپنے ذاتی تجربہ سے یہ معلوم ہے کہ روح القدس کی قدسیت ہر وقت اور ہر دم اور ہر لحظہ بلافصل ملہم کے تمام قویٰ میں کام کرتی رہتی ہے۔ اور وہ بغیر روح القدس اور اس کی تاثیر قدسیت کے ایک دم بھی اپنے تئیں ناپاکی سے نہیں بچاسکتا۔"

(آئینہ کمالات اسلام ص ۹۳۔ خزائن ۹۳ ج ۵)

اس قسم کے تعلی آمیز دعوے مدعا علیہ کے کلام میں بہت زیادہ ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب مدعا علیہ ملہم و مجدد تھا۔ اور جب ملہم کی یہ صفات ہیں تو یہ گمراہ کن عقیدہ رسمی طور پر اس نے براہین میں کیسے درج کردیا؟ اب یا تو یہ کہا جائے کہ اس کا ملہمیت و مجددیت کا دعویٰ غلط ہے۔ یا یہ کہا جائے کہ ملہم کی یہ مبالغہ آمیز صفات جو درجہ عصمت سے اٹھاکر اسے درجہ خدائی تک پہنچاتی ہیں' بالکل غلط ہیں۔ یا یہ تسلیم کیا جائے کہ اس نے جو عقیدہ براہین میں لکھا تھا وہ عقیدہ صحیح تھا' من جانب اللہ تھا۔ کیونکہ مدعا علیہ کے بقول :

"اگرچہ خاص طور پر اس کو الہام بھی نہ ہو تب بھی جو کچھ اس کی زبان پر جاری ہوتا ہے وہ اس کی طرف سے نہیں ہوتا بلکہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔"

بہرحال اس کا یہ عذر کرنا کہ میں نے یہ عقیدہ رسمی طور پر لکھا تھا قطعاً غلط اور جھوٹ ہے۔ اور اس کے ملہمیت و مجددیت کے دعووں پر پانی پھیر دیتا ہے۔

مدعا علیہ نے اپنی کتاب "اعجاز احمدی" میں اس سلسلہ میں کئی عذر پیش کئے ہیں' اور بڑی دل چسپ باتیں لکھی ہیں' ذیل میں ایک ایک عذر کو نقل

کرکے اس کا تجزیہ کرتا ہوں:

دوسرا عذر: کہاں لکھا ہے کہ خدا کی وحی سے بیان کرتا ہوں؟

باب اول میں گزر چکا ہے کہ مدعا علیہ نے براہین احمدیہ میں عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و نزول کا عقیدہ قرآن کریم' حدیث نبویؐ اور خود اپنے الہامات کے حوالے سے لکھا تھا۔ لیکن "اعجاز احمدی" میں لکھتا ہے:

> "اس وقت کے نادان مخالف بدبختی کی طرف ہی دوڑتے ہیں اور شقاوت سر پر سوار ہے باز نہیں آتے کیا کیا اعتراض بنا رکھے ہیں مثلاً" کہتے ہیں کہ مسیح موعود کا دعویٰ کرنے سے پہلے براہین احمدیہ میں عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا اقرار موجود ہے۔ اے نادانو! اپنی عاقبت کیوں خراب کرتے ہو؟ اس اقرار میں کہاں لکھا ہے کہ یہ خدا کی وحی سے بیان کرتا ہوں اور مجھے کب اس بات کا دعویٰ ہے کہ میں عالم الغیب ہوں۔"
>
> (اعجاز احمدی ص ٦۔ خزائن ص ٨ ج ١٧)

مدعا علیہ سے دریافت کیا جائے کہ کیا قرآن کریم کی وہ آیت جس کے حوالے سے تو نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری کا عقیدہ درج کیا تھا کیا تو اس کو "وحی الٰہی" نہیں سمجھتا؟ اور براہین کے صفحہ ۵۰۵ پر اپنے الہام کے حوالے سے تو نے یہ عقیدہ درج کیا تھا' کیا وہ تیرے نزدیک وحی الٰہی نہیں تھی؟ اور صفحہ ۴۹۸ پر تو نے جب لکھا تھا کہ "لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے۔" تو یہ انکشاف خدا کی طرف سے تھا۔ یا شیطان کی طرف سے؟

الغرض اگر مدعا علیہ قرآن کریم کو اور اپنے کشف و الہام کو وحی الٰہی سمجھتا ہے تو یہاں انکار کرنا خالص جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟

تیسرا عذر: میں نے کب کہا کہ میں عالم الغیب ہوں؟

رہا تیرا یہ کہنا کہ:

"اور مجھے کب اس بات کا دعویٰ ہے کہ میں عالم الغیب ہوں۔"

اولاً" کیا صرف اسی شخص کا عقیدہ صحیح ہونا چاہئے جو عالم الغیب ہو؟ نہیں! بلکہ ہر مسلمان کا عقیدہ صحیح ہونا چاہئے۔ خصوصاً" جو شخص مجددیت کا مدعی ہو اس کا عقیدہ صحیح ہونا ضروری ہے' اگر تو مجدد وقت تھا تو تو نے غلط عقیدہ لکھ کر دنیا کو گمراہ کیوں کیا؟

ثانیاً" : اگرچہ تو نے عالم الغیب ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا' لیکن تو نے یہ دعویٰ ضرور کیا تھا کہ ظلی طور پر خدا تیرے اندر داخل ہوگیا ہے' اور تیرے جسم میں خدا ہی ہے۔ اور تجھے "آواہن" کا بھی الہام ہوا تھا۔ یعنی "خدا تیرے اندر اتر آیا۔" اس کے باوجود یہ عذر کرنا کہ میں "عالم الغیب" نہیں تھا" کس قدر لائقِ شرم عذر ہے۔

چوتھا عذر: کمال سادگی

مدعا علیہ نے اپنی سادگی کو بھی عذر قرار دیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"جب تک خدا نے اس طرف توجہ نہ دی اور بار بار نہ سمجھایا کہ تو مسیح موعود ہے اور عیسیٰ فوت ہوگیا ہے۔ تب تک میں اسی عقیدہ پر قائم تھا جو تم لوگوں کا عقیدہ ہے۔ اسی وجہ سے کمال سادگی سے میں نے حضرت مسیح کے دوبارہ آنے کی نسبت براہین میں لکھا ہے۔ جب خدا نے مجھ پر اصل حقیقت کھول دی تو میں اس عقیدہ سے باز آگیا۔ میں نے بجز کمال یقین کے جو میرے دل پر محیط ہوگیا اور مجھے نور سے بھر دیا اور اس رسمی عقیدہ کو نہ چھوڑا حالانکہ اسی براہین میں میرا نام عیسیٰ رکھا گیا تھا اور مجھے خاتم الخلفاء ٹھہرایا گیا تھا اور میری نسبت کہا گیا تھا کہ تو ہی کسر صلیب کرے گا۔ اور مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن و حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ هوالذی ارسل رسوله بالهدٰی و دین الحق لیظهره علی الدین کله تاہم یہ

الہام جو براہین احمدیہ میں کھلے کھلے طور پر درج تھا خدا کی حکمت عملی نے میری نظر سے پوشیدہ رکھا اور اسی وجہ سے باوجودیکہ میں براہین احمدیہ میں صاف اور روشن طور پر مسیح موعود ٹھہرا گیا تھا۔ مگر پھر بھی میں نے بوجہ اس ذہول کے جو میرے دل پر ڈالا گیا حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کا عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا۔ پس میری کمال سادگی اور ذہول پر یہ دلیل ہے کہ وحی الٰہی مندرجہ براہین احمدیہ تو مجھے مسیح موعود بناتی تھی مگر میں نے اس رسمی عقیدہ کو براہین میں لکھ دیا۔ میں خود تعجب کرتا ہوں کہ میں نے باوجود کھلی کھلی وحی کے جو براہین احمدیہ میں مجھے مسیح موعود بناتی تھی کیونکر اسی کتاب میں یہ رسمی عقیدہ لکھ دیا۔

پھر میں قریباً" بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بیخبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شد و مد سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور میں حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جما رہا۔ جب بارہ برس گزر گئے۔ تب وہ وقت آگیا کہ میرے پر اصل حقیقت کھول دی جائے تب تواتر سے اس بارہ میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔" (اعجاز احمدی ص ۱ تا ۷ خزائن ص ۹ ج ۱۹)

انصاف فرمایا جائے کہ مدعا علیہ مجددیت' ماموریت اور ملہمیت کے بلند بانگ دعوے بھی کرتا ہے' اور ساتھ ہی اپنی غباوت اور سادگی کا بھی اقرار کرتا ہے کہ اسے بارہ برس تک یہی پتہ نہیں چلا کہ خدا نے اسے مسیح موعود بنادیا ہے۔

اور یہ بھی عجیب ماجرا ہے کہ ایک طرف خدا مدعا علیہ پر یہ ظاہر کرتا ہے کہ تو حضرت مسیح علیہ السلام کی پیش گوئی میں شامل ہے' یعنی حضرت مسیح علیہ السلام اس پیش گوئی کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہیں' اور تو روحانی اور معقولی طور پر اس کا مورد ہے۔ اور دوسری طرف وہی خدا مدعا علیہ سے کہتا ہے کہ :

"تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے، اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ هوالذی ارسل رسوله بالهدٰی و دین الحق لیظهره علی الدین کلہ"

یہ ایک ایسا تناقض ہے جو کسی مخبوط الحواس یا منافق ہی کے قلم سے سرزد ہوسکتا ہے۔

پانچواں عذر: خدا کی حکمت عملی

مدعا علیہ کہتا ہے کہ:

"یہ الہام جو براہین احمدیہ میں کھلے کھلے طور پر درج تھا خدا کی حکمت عملی نے میری نظر سے پوشیدہ رکھا ..... یہ خدا کی حکمت عملی میری سچائی کی ایک دلیل تھی اور میری سادگی اور عدم بناوٹ پر ایک نشان تھا ...... یہ میری سادگی تھی جو میری سچائی پر ایک عظیم الشان دلیل تھی ...... یہ ایک لطیف استدلال ہے جو خدا نے میرے لئے براہین احمدیہ میں پہلے سے تیار کر رکھا ہے۔" (اعجاز احمدی ص ۷۔ ۸ ملخصا")

مدعا علیہ اپنی اس سادگی اور ذہول کو خدا کی "حکمت عملی" اور خدا کی طرف سے ایک "لطیف استدلال" قرار دیتا ہے۔ یہ بات بالکل صحیح ہے، لیکن یہ اس کی سچائی کی دلیل نہیں، بلکہ اس کے جھوٹ کی دلیل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر کو معلوم تھا کہ یہ شخص باغوائے شیطانی آئندہ چل کر "مسیح موعود" ہونے کا دعویٰ کرے گا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس پر ذہول کا پردہ ڈال کر اسے تناقض میں مبتلا کردیا، اور خود اس کے قلم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و نزول کا عقیدہ لکھوادیا۔ تاکہ آئندہ جب وہ "مسیح موعود" ہونے کا دعویٰ کرے تو خود اس کو اس کے الفاظ میں ملزم کہا جاسکے:

"صاحب من اقرار کے بعد کوئی قاضی انکار نہیں سن سکتا۔"

(اعجاز احمدی ص ۳۰۔ خزائن ص ۱۳۹ ج ۱۹)

ایک اہم لطیفہ

ہمارے مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی کے دو دعوے معرکہ الآراء ہیں ایک "مسیح موعود" ہونے کا دعویٰ۔ اور دوسرا نبوت کا دعویٰ -----عجیب کرشمہ لطف خداوندی یہ ہے کہ وہ اپنے دونوں دعووں کی جڑ پہلے سے کاٹ چکا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی سب سے پہلی الہامی کتاب "براہین احمدیہ" میں لکھوادیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور وہ دوبارہ دنیا میں نزول اجلال فرمائیں گے' تاکہ اس کے بعد وہ جب بھی اس عقیدے سے انحراف کرے اس کے سامنے اس کا یہ قول پیش کردیا جائے :

"صاحب من! اقرار کے بعد کوئی قاضی انکار نہیں سن سکتا۔"

اور اس کے دوسرے دعویٰ کو باطل کرنے کے لئے اس کے قلم سے بار بار لکھوادیا کہ مدعی نبوت ملعون ہے' کاذب ہے' کافر ہے' دائرہ اسلام سے خارج ہے' چنانچہ مدعا علیہ کے چند فقرے ملاحظہ فرمایئے :

○ "ان پر واضح ہو کہ ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔"

(مجموعہ اشتہارات ص ۲۹۷ ج ۲)

○ "سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کو کاذب و کافر جانتا ہوں۔"

(مجموعہ اشتہارات ص ۲۳۰ ج ۱)

○ "میں نبوت کا مدعی نہیں' بلکہ ایسے مدعی کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔" (آسمانی فیصلہ ص ۳۔ خزائن ص ۳۱۳ ج ۴)

اور اس کے قلم سے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی لکھوادیا کہ آنحضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی و رسول کا آنا ممکن ہی نہیں۔ لہذا جو شخص رسالت و نبوت کا دعویٰ کرتا ہے وہ ایک امر محال کا دعویٰ کرتا

ہے۔ جو سراسر باطل ہے۔ چند فقرے ملاحظہ فرمایئے:

○ "ظاہر ہے کہ اگرچہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جاوے طور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرئیل لاویں اور پھر چپ ہوجاویں یہ امر بھی ختم نبوت کا منافی ہے کیونکہ جب ختمیت کی مہر ہی ٹوٹ گئی اور وحی رسالت پھر نازل ہونی شروع ہوگئی تو پھر تھوڑا بہت نازل ہونا برابر ہے۔"

(ازالہ اوہام ص ۵۷۷ خزائن ۴۱۲ ج ۳)

○ "ہریک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدائے تعالیٰ صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں تبصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرئیل بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لیے وحی نبوت کے لانے سے منع کیا گیا ہے یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ہرگز نہیں آسکتا۔" (ایضاً)

○ "لیکن خدا تعالیٰ ایسی ذلت اور رسوائی اس امت کے لئے اور ایسی ہتک اور کسر شان اپنے نبی مقبول خاتم الانبیاء کے لئے ہرگز روا نہیں رکھے گا کہ ایک رسول کو بھیج کر جس کے آنے کے ساتھ جبرائیل کا آنا ضروری امر ہے اسلام کا تختہ ہی الٹادیوے حالانکہ وہ وعدہ کرچکا ہے کہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول بھیجا نہیں جائے گا۔"

(ایضاً" ص ۴۱۶)

○ "رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرائیل حاصل کرے۔ اور ابھی ثابت ہوچکا ہے کہ اب وحی رسالت تا بقیامت منقطع ہے۔" (ایضاً" ص ۴۳۲)

مدعا علیہ کے ان حوالہ جات سے واضح ہے کہ:

○ ختم نبوت' اسلام کا قطعی عقیدہ ہے۔ جس کا مفہوم آیت خاتم

النبیین کی رو سے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص منصب نبوت پر فائز نہیں ہوسکتا' نہ کسی پر وحی نبوت نازل ہوسکتی ہے۔

○ وحی نبوت حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ نازل ہوئی ہے' اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام کے وحی نبوت لے کر آنے کا سلسلہ بند کردیا گیا ہے۔

○ آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام کا کسی کے پاس ایک فقرہ وحی کا لے کر آنا بھی ختم نبوت کے منافی ہے۔

○ اللہ تعالیٰ نے آیت خاتم النبیین میں وعدہ فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام کسی کے پاس وحی نبوت لے کر نہیں آئیں گے۔ اب اگر آنحضرت ﷺ کے بعد کسی شخص کا رسول اور نبی ہونا فرض کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کا جھوٹا ہونا لازم آتا ہے۔

○ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی شخص کا رسول اور نبی ہونا آنحضرت ﷺ کی توہین ہے۔

○ اور اس سے اسلام کا تختہ الٹ جاتا ہے۔

○ کوئی شخص رسول اور نبی نہیں ہوسکتا جب تک جبریل علیہ السلام اس کے پاس وحی لے کر نہ آئیں۔ اور وحی رسالت قیامت تک بند ہے۔

ان تمام تصریحات کے باوجود مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ دعویٰ جڑ دیا کہ "ہم نبی اور رسول ہیں" اور یہ کہ مدعا علیہ کی وحی الٰہی نے اسے "محمد رسول اللہ" قرار دیا ہے۔

مدعا علیہ کا خلیفہ دوم اور اس کا فرزند اکبر مرزا محمود احمد بڑی شد و مد سے اپنے ابا کی نبوت کا قائل تھا' اور اس کی نبوت کے منکروں کو کافر قرار دیتا تھا' اس کو مدعا علیہ کے ان حوالوں سے بڑی پریشانی ہوئی' بالآخر اس نے اعلان کردیا۔

کہ اس کے ابا کے یہ حوالے منسوخ ہیں' اور ان سے حجت پکڑنا غلط ہے' چنانچہ مرزا محمود اپنی کتاب۔"حقیقتہ النبوۃ" میں' جو خالص اسی موضوع پر لکھی گئی ہے' طویل بحث کے آخر میں لکھتا ہے :

> "اس سے معلوم ہوا کہ نبوت کا مسئلہ آپ پر ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء میں کھلا ہے' اور چونکہ ایک غلطی کا ازالہ ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا ہے' جس میں آپ نے اپنی نبوت کا اعلان بڑے زور سے کیا ہے' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کی ہے' اور ۱۹۰۰ء ایک درمیانی عرصہ ہے جو دونوں خیالات کے درمیان برزخ کے طور پر حد فاصل ہے' پس ایک طرف آپ کی کتابوں سے اس امر کے ثابت ہونے سے کہ ۱۹۰۱ء سے آپ نے نبی کا لفظ بار بار استعمال کیا ہے' اور دوسری طرف حقیقتہ الوحی سے یہ ثابت ہونے سے کہ آپ نے تریاق القلوب کے بعد نبوت کے متعلق عقیدہ میں تبدیلی کی ہے یہ بات ثابت ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے' اب منسوخ ہیں' اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے۔"
>
> (حقیقتہ النبوۃ ص ۱۲۱)

مرزا محمود احمد کی یہ تحریر دنیا کے عجائبات میں شمار کئے جانے کے لائق ہے۔ کیونکہ مرزا محمود یہ تو تسلیم کرتا ہے ....اور بالکل صحیح تسلیم کرتا ہے ...کہ اس کا ابا پہلے اپنی نبوت سے انکار کرتا تھا' مدعی نبوت کو ملعون اور خارج از اسلام قرار دیتا تھا' لیکن بعد میں خود مدعی نبوت بن گیا۔ مرزا محمود کے خیال میں اس تضاد کو دور کرنے کا حل یہی تھا کہ اس کے ابا کی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تمام متعلقہ عبارتوں کو منسوخ کردیا جائے۔ یہ طرفہ تماشا دنیا نے کب دیکھا ہوگا کہ باپ کی عبارتوں کو بیٹا منسوخ کر ڈالتا ہے ؟بہرحال میں اہل عقل و فہم کی عدالت انصاف سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ غور فرمائے کہ مرزا محمود احمد کی

تحریر سے مرزا غلام احمد قادیانی کے مندرجہ بالا تمام اصول کس طرح منسوخ ہوگئے؟اور قرآن مجید کی آیت خاتم النبیین کس طرح منسوخ ہوگئی؟

اس کے بارے میں خود اپنی طرف سے کچھ کہنے کے بجائے بیٹے کی خدمت میں اس کے باپ ہی کی تحریر نذر کرتا ہوں:

> "اے مسلمانوں کی ذریت کہلانے والو! دشمن قرآن نہ بنو! اور خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد وحی نبوت کا نیا سلسلہ جاری نہ کرو! اور اس خدا سے شرم کرو جس کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے۔"

(آسمانی فیصلہ ص ۲۵۔ خزائن ص ۳۳۵ ج ۴)

الغرض حق تعالیٰ شانہ کی حکمت عملی یہ تھی کہ اس علیم و خبیر کو معلوم تھا کہ یہ شخص (ہمارا مدعا علیہ مرزا قادیانی) دو دعوے کرے گا۔ ایک دعویٰ مسیح موعود ہونے کا۔ اور دوسرا مدعی نبوت و رسالت کا۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ نے ان دونوں دعووں کے بارے میں اس کے قلم سے پہلے ہی ایسی تحریر میں لکھوادیں کہ اس کے دعووں کی جڑ کٹ جائے۔ اور اس کا جھوٹا ہونا ہر عام و خاص کے سامنے کھل جائے' -----ویمکرون ویمکر اللہ' واللہ خیر الماکرین۔

چھٹا عذر: حیاتِ مسیح کا عقیدہ منسوخ ہوگیا:

ایک عذر خود مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے اشارة اور اس کے مذہب کے نمائندوں کی طرف سے صراحتاً یہ پیش کیا جاتا ہے کہ جس طرح پہلے بیت المقدس کو قبلہ مقرر کیا گیا تھا بعد میں وہ حکم منسوخ ہوگیا' اور بیت اللہ شریف کی طرف منہ کرنے کا حکم ہوا' اسی طرح حیات و نزول مسیح کا عقیدہ بھی منسوخ ہوگیا۔ اور اس کی جگہ مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح موعود مقرر کردیا گیا۔

لیکن یہ عذر باطل ہے' اس لئے کہ نسخ احکام میں ہوتا ہے' خبروں میں نسخ نہیں ہوتا۔ کیونکہ جب کوئی شخص پہلی خبر کے خلاف دوسری خبر دے تو لامحالہ ان دونوں خبروں میں سے ایک خبر واقعہ کے مطابق ہوگی' اور دوسری واقعہ کے خلاف۔ جو خبر واقعہ کے مطابق ہو وہ سچی کہلائے گی۔ اور جو واقعہ کے خلاف ہو وہ جھوٹی ہوگی۔ ہمارے مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے یہ خبر دی کہ :

"حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ تشریف لائیں گے۔"

بعد میں اس کے خلاف یہ خبر دی کہ :

"حضرت مسیح علیہ السلام مرگئے ہیں۔ وہ دوبارہ نہیں آئیں گے۔"

ظاہر ہے کہ ان دونوں میں سے جو خبر واقعہ کے مطابق ہوگی وہ سچی ہے۔ اور جو واقعہ کے خلاف ہے وہ جھوٹی ہے' اس لئے خبر کو سچی یا جھوٹی تو کہہ سکتے ہیں' مگر وہ ناسخ و منسوخ نہیں ہوسکتی۔ اس لئے جس طرح مرزا محمود احمد کا نبوت کے مسئلہ میں اپنے ابا کی پہلی تحریروں کو منسوخ کہنا غلط ہے' اسی طرح مرزا کی امت کا حیات و نزول مسیح کی خبر کو منسوخ قرار دینا بھی غلط ہے۔

○

باب پنجم

مدعا علیہ کی اپنے سابقہ عقیدہ کے بارے میں گل افشانیاں

مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے باون سالہ عقیدہ کے بارے میں جو جو عذر پیش کئے ان کا نمونہ گزشتہ باب میں سپرد قلم کیا جاچکا ہے۔ اس باب میں ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ مدعا علیہ نے اپنے سابقہ باون سالہ عقیدہ کے بارے میں کیا کیا گل افشانیاں کیں۔

ملاحظہ فرمایئے:

محض گپ

مدعا علیہ لکھتا ہے:

"ہم ثابت کرچکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر جانا محض گپ ہے۔"

(ضمیمہ براہین پنجم ص ۱۰۰۔ خزائن ص ۲۶۳ ج ۲۱)

کسی لغت کی کتاب کو اٹھا کر دیکھ لیجئے "گپ" کے معنی ہیں جھوٹ' جھوٹی بات۔ گویا مدعا علیہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ براہین احمدیہ میں اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و نزول کا عقیدہ درج کرکے "محض گپ" ہانکی تھی' اور پھر ۱۸۹۱ء تک اسی گپ پر اس کا ایمان رہا۔ اہل عقل و فہم انصاف فرمائیں کہ کیا ایسا "گپ باز" آدمی مسیح موعود ہوسکتا ہے؟ کیا ایسا شخص مفتری اور کذاب کہلانے کا مستحق نہیں ہے؟

لطیفہ یہ ہے کہ اس کے بجائے کہ ہم اس کو مفتری اور کذاب کہیں'

اللہ تعالیٰ نے خود مدعا علیہ کے قلم سے لکھوادیا کہ وہ مفتری اور کذاب ہے' وہ خود بھی' اور اس کے ماننے والے بھی ----چنانچہ وہ اپنی کتاب ازالہ' اوہام میں "علمائے ہند کی خدمت میں نیاز نامہ" کے زیر عنوان لکھتا ہے :

" اے برادران دین و علمائے شرع متین! آپ صاحبان میری ان معروضات کو متوجہ ہوکر سنیں کہ اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔ یہ کوئی نیا دعویٰ نہیں جو آج ہی میرے منہ سے سناگیا ہو بلکہ یہ وہی پرانا الہام ہے جو میں نے خدائے تعالیٰ سے پاکر براہین احمدیہ کے کئی مقامات پر بتصریح درج کردیا تھا جس کے شائع کرنے پر سات سال سے بھی کچھ زیادہ عرصہ گزر گیا ہوگا' میں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیاکہ میں مسیح بن مریم ہوں جو شخص یہ الزام میرے پر لگاوے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے۔"

(ازالہ اوہام ص ۱۹۰۔ خزائن ص ۱۹۲ ج ۳)

واضح رہے کہ مدعا علیہ خود بھی اپنے کو "مسیح موعود" اور "ابن مریم" کہتا ہے اور اس کے ماننے والے بھی اس کے بارے یہی الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ معلوم ہواکہ یہ سب مدعا علیہ کے اپنے فتویٰ کی رو سے کم فہم اور مفتری و کذاب ہیں۔

ایک اہم نکتہ

ہمارا مدعا علیہ مرزا قادیانی' ۱۸۹۱ء تک کہتا رہاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آئیں گے' اس کے بعد یہ کہنا شروع کیاکہ وہ مرگئے ہیں' دوبارہ نہیں آئیں گے۔ مسلمان اور قادیانی دونوں فریق اس پر متفق ہیں کہ ان دونوں متضاد خبروں میں ایک سچی تھی اور ایک جھوٹی۔ فرق یہ ہے کہ مسلمان کہتے ہیں کہ مرزا کی پہلی خبر سچی تھی اور دوسری جھوٹی۔ اس کے برعکس قادیانی کہتے ہیں کہ

پہلی جھوٹی تھی اور دوسری سچی۔

جھوٹی خبر دینے والا شخص جھوٹا کہلاتا ہے۔ لہٰذا دونوں فریق اس پر متفق ہوئے کہ مرزا جھوٹا تھا۔

ایک اور قابل غور نکتہ

یہ تو آپ نے ابھی دیکھا کہ دونوں فریق مدعا علیہ کے جھوٹا ہونے پر متفق ہیں۔ آیئے اب یہ دیکھیں کہ دونوں میں کون سا فریق مدعا علیہ کو "بڑا جھوٹا" مانتا ہے۔

مسلمان کہتے ہیں کہ ابتداء سے ۱۸۹۱ء تک مدعا علیہ اپنی زندگی کے پچاس برس تک سچ بولتا رہا' آخری سترہ سالوں میں اس نے جھوٹ بولنا شروع کیا۔ اس کے برعکس قادیانیوں کا کہنا یہ ہے کہ مدعا علیہ اپنی زندگی کے پچاس برس تک جھوٹ بکتا رہا اور آخری سترہ سال میں اس نے سچ بولا۔

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کے نزدیک مدعا علیہ کے سچ کا زمانہ پچاس سال ہے۔ اور جھوٹ کا زمانہ صرف آخری سترہ سال ہے۔ اور قادیانیوں کے نزدیک مدعا علیہ کے جھوٹ کا زمانہ پچاس سال ہے اور اس کے سچ کا زمانہ صرف سترہ سال۔

بتایئے! دونوں میں سے کس فریق کے نزدیک مدعا علیہ "بڑا جھوٹا" نکلا؟

ایک اور لائق توجہ نکتہ

مسلمان کہتے ہیں کہ مدعا علیہ قادیانی پچاس سال تک سچ کہتا رہا کہ عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آئیں گے لیکن پھر شیطان نے اس کو بہکادیا اور شیطان کے بہکانے سے یہ کہنے لگا کہ عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ نہیں آئیں گے بلکہ میں خود مسیح موعود بن گیا ہوں۔

اور قادیانی کہتے ہیں کہ وہ پچاس سال تک جھوٹ بکتا رہا کہ عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے۔ پھر اس کے پچاس سال جھوٹ بکنے کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے اس کو (نعوذ باللہ) مسیح موعود بنادیا۔ یہ بات تو ہر ایک کی عقل میں آسکتی ہے کہ ایک شخص پچاس برس تک صحیح عقیدہ پر رہے اور سچ بولتا رہے۔ لیکن پھر (نعوذ باللہ) اس کا دماغ خراب ہوجائے' اور شیطان کے بہکانے سے جھوٹے دعوے کرنے لگے' لیکن کیا کسی کی عقل میں یہ بات آسکتی ہے کہ پچاس سال تک جھوٹ بولنے والے کو "مسیح موعود" بنادیا جائے؟

ایک اور دلچسپ نکتہ

اوپر معلوم ہوچکا کہ مسلمان اور قادیانی دونوں فریق اس پر متفق ہیں کہ مدعا علیہ جھوٹا تھا۔ ادھر مدعا علیہ کا دعویٰ ہے کہ وہ مسیح موعود ہے۔ ظاہر ہے کہ جھوٹا آدمی جب مسیح ہونے کا دعویٰ کرے گا تو وہ "مسیح کذاب" کہلائے گا لہٰذا دونوں فریق اس پر بھی متفق ہوئے کہ وہ "مسیح کذاب" تھا اور اوپر خود مدعا علیہ کا اقرار بھی نقل کیا جاچکا ہے کہ جو شخص مجھ کو مسیح ابن مریم کہے وہ مفتری اور کذاب ہے۔

شرک عظیم

مدعا علیہ اپنی کتاب حقیقة الوحی کے عربی ضمیمہ الاستفتاء میں لکھتا ہے:

"فمن سوء الادب ان یقال ان عیسیٰ مامات ان هو الاشرک عظیم یاکل الحسنات۔"

(الاستفتاء ص ۳۹۔ خزائن ص ٦٦٠ ج ۲۲)

ترجمہ۔ "سو منجملہ سوءِ ادب کے ہے کہ یہ کہا جائے کہ عیسیٰ مرا نہیں' یہ تو نرا شرکِ عظیم ہے۔ جو نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔"

مدعا علیہ کے اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ وہ ۱۸۹۱ء تک حیات عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے مشرک تھا' اور اسی "عظیم مشرک" کو اللہ تعالیٰ نے۔ نعوذ باللہ۔ مسیح موعود بنادیا۔

عیسائی عقیدہ

مدعا علیہ حقیقت الوحی میں لکھتا ہے :

"حضرت عیسیٰ کے دوبارہ آنے کا عقیدہ عیسائیوں نے محض اپنے فائدے کے لئے گھڑا تھا۔"

(حاشیہ حقیقت الوحی ص ۲۹۔ خزائن ص ۳۱ ج ۲۲)

اور الاستفتاء میں لکھتا ہے :

"وان عقیدة حیاته قد جاء ت فی المسلمین من الملة النصرانیة"۔

(الاستفتاء ۳۹۔ خزائن ص ۶۶۰ ج ۲۲)

ترجمہ :

اور حیات عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ مسلمانوں میں نصرانی مذہب سے آیا ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ مدعا علیہ ۱۸۹۱ء تک عیسائی عقائد رکھتا تھا' گویا پکا عیسائی تھا۔ اللہ کی شان ایک مسیحی بعد میں مسیح بن بیٹھا۔

نصوص قطعیہ یقینیہ کے خلاف

مدعا علیہ اپنی کتاب "حمامتہ البشریٰ" میں لکھتا ہے :

"اعلم ان وفاة عیسی علیه السلام ثابت بالنصوص القطعیة الیقینیة "

(ص ۵۶ حاشیہ۔ خزائن ص ۲۵۴ ج ۷)

ترجمہ : "جان لیجئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات نصوص قطعیہ یقینیہ سے ثابت ہے۔"

اس قسم کی تصریحات مدعا علیہ کی کتابوں میں بہت سی جگہ پائی جاتی ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۸۹۱ء تک مدعا علیہ نصوص قطعیہ یقینیہ کے خلاف عقیدہ رکھتا تھا' اور مدعا علیہ کا یہ حوالہ پہلے نقل کرچکا ہوں کہ :

"ایسے شخص کی نسبت' جو مخالف قرآن اور حدیث کوئی اعتقاد رکھتا ہو' ولایت کا گمان ہرگز نہیں کرسکتے۔ بلکہ وہ دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جاتا ہے۔"

(مجموعہ اشتہارات ص ۲۳۹ ج ۱)

معلوم ہوا کہ مدعا علیہ خود اپنے فتوٰی کے مطابق ۱۸۹۱ء تک دائرہ اسلام سے خارج تھا۔ امت مرزائیہ کی خوش قسمتی کہ ایک غیر مسلم کو' جو دائرہ اسلام سے خارج تھا' ان کا مسیح موعود بننے کا شرف حاصل ہوگیا۔

آنحضرت ﷺ کی توہین

مدعا علیہ اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ کے حاشیہ میں لکھتا ہے :

○ "ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ حضرت مسیح کو اتنی بڑی خصوصیت (آسمان پر زندہ چڑھنے اور اتنی مدت تک زندہ رہنے اور پھر دوبارہ اترنے کی جو دی گئی ہے' اس کے ہر ایک پہلو سے ہمارے نبیؐ کی توہین ہوتی ہے۔"

○ "خدا تعالیٰ نے آنحضرتؐ کے چھپانے کے لئے ایک ایسی ذلیل جگہ تجویز کی جو نہایت متعفن اور تنگ اور تاریک اور حشرات الارض کی نجاست کی جگہ تھی' مگر حضرت مسیح کو آسمان پر' جو بہشت کی جگہ اور فرشتوں کی ہمسائیگی کا مکان ہے بلالیا۔"

(تحفہ گولڑویہ ص ۱۱۹۔ خزائن ص ۲۰۵ ج ۱۷)

اس سے معلوم ہوا کہ ۱۸۹۱ء تک مدعا علیہ آنحضرت ﷺ کی ہر پہلو سے توہین کرتا رہا۔ بعد میں توہین رسالت کا یہ مرتکب مسیح موعود بن بیٹھا۔ اور مدعا علیہ کا دوسرے فقرہ میں آنحضرت ﷺ کے چھپانے کی جگہ کو،

"ذلیل، نہایت متعفن، تنگ و تاریک اور حشرات الارض کی نجاست کی جگہ" کہنا توہین رسالت کا ایسا شاہکار ہے کہ کبھی کسی راجپال کو اس کی جرأت شاید نہیں ہوئی ہوگی۔

موجب لعنت تحریف

مدعا علیہ لکھتا ہے:

"وکیف یجوز لاجد من المسلمین ان یتکلم بمثل ھذا ؟ویبدل کلام اللہ من تلقاء نفسه، ویحرفه عن موضعه، من غیر سند من اللہ و رسوله، الیست لعنة اللہ علی المحرفین ؟

ترجمہ:

"اور کسی مسلمان کے لئے یہ کس طرح جائز ہے کہ وہ اس طرح کی بات کرے؟ یا اپنی طرف سے اللہ کے کلام میں کوئی تبدیلی کرے، اور اللہ اور اس کے رسول کی سند کے بغیر اسے اپنے محل سے پھیر دے۔ کیا ایسے تحریف کرنے والوں پر اللہ کی لعنت نہیں ہے؟۔"

اس سے معلوم ہوا کہ مدعا علیہ ۵۲ برس تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و نزول کا عقیدہ رکھ کر خود بھی ملعونوں کے زمرہ میں شامل رہا۔ اور یہی ملعون عقیدہ اس نے اپنی الہامی کتاب براہین احمدیہ میں لکھ کر اس کتاب کو ملعون بنایا۔

اسلام تباہ

مدعا علیہ لکھتا ہے :

" مذہب اسلام ایسے باطل عقیدوں سے دن بدن تباہ ہوتا جاتا ہے۔"

مدعا علیہ سے دریافت کیا جائے کہ کیا تو نے اسلام کی تباہی کے لئے یہ باطل عقیدہ براہین میں لکھا تھا؟

اسلام سے تمسخر

"یوں تو قرآن شریف سے ثابت ہے کہ ہر ایک نبی آنحضرت ﷺ کی امت میں داخل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :
لتؤمنن به ولتنصرنه'
(آل عمران ۸۲)پس اس طرح تمام انبیاء علیہم السلام آنحضرت ﷺ کی امت ہوئے' اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امتی بنانے کے کیا معنی ہیں؟ اور کون سی خصوصیت؟ کیا وہ اپنے پہلے ایمان سے برگشتہ ہوگئے تھے جو تمام نبیوں کے ساتھ لائے تھے؟ تا نعوذ باللہ یہ سزا دی گئی کہ زمین پر اتار کر دوبارہ تجدید ایمان کرائی جائے' مگر دوسرے نبیوں کے لئے وہی پہلا ایمان کافی رہا۔ کیا ایسی کچی باتیں اسلام سے تمسخر ہے یا نہیں؟"

(ضمیمہ براہین پنجم ص ۱۳۳۔ خزائن ص ۳۰۰ ج ۲۱)

اس حوالہ میں مدعا علیہ تسلیم کرتا ہے کہ :

- تمام انبیاء کرام علیہم السلام آنحضرت ﷺ کی امت ہیں۔
- اوریہ مضمون سورۃ آل عمران کی آیت :لتؤمنن به ولتنصرنه سے ثابت ہے۔
- اس کے باوجود مدعا علیہ سوال کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کی کیا خصوصیت؟ حالانکہ جب وہ آنحضرت ﷺ کی امت میں شامل ہے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو کام بھی ان کے سپرد کیا جائے گا وہ بجا لائیں گے۔ اس کے بعد مدعا علیہ کا یہ سوال ایسا ہی بے ڈھنگا ہے جیسے کوئی سوال کرے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ابو البشر کیوں بنایا گیا؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بن باپ کیوں پیدا کیا گیا؟ حضرت خاتم النبیین سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فلاں خصوصیت کیوں عطا کی گئی؟

○ اور پھر مدعا علیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخصیص کی وجہ خود تراشتا ہے کہ کیا عیسیٰ علیہ السلام پہلے ایمان سے منحرف ہوگئے تھے کہ دوبارہ نازل کرکے ان سے تجدید ایمان کرائی گئی؟ ایسا نکتہ کسی ایسے شخص ہی کو سوجھ سکتا ہے جو خود اپنے فتویٰ کی رو سے کافر ہو۔ کیونکہ یہ فقرہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صریح توہین ہے۔ اور خود مدعا علیہ کا فتویٰ ہے کہ :

"اسلام میں کسی نبی کی تحقیر کفر ہے۔"

(چشمہ معرفت)

اور اس سے بدتر تحقیر کا ارتکاب مدعا علیہ نے اپنی کتاب "حقیقت الوحی" میں کیا ہے۔ جس میں وہ لکھتا ہے :

"اور یہ تاویل کہ پھر اس کو امتی نبی بنایا جائے اور وہی "نومسلم" مسیح موعود کہلائے گا۔ یہ طریق اسلام سے بہت بعید ہے۔"

(حقیقت الوحی ص ۳۰۔ خزائن ص ۲ ج ۲۲)

○ جب مدعا علیہ خود تسلیم کرتا ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام بنص قرآن آنحضرت ﷺ کی امت میں پہلے ہی سے شامل ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنحضرت ﷺ کی امت میں آپ ﷺ کے دین کی خدمت بجالانا کیوں ممنوع ہوا۔ اور اس پر ان کو تجدید ایمان اور

"تو مسلم" کے طعنے دینا صریح کفر نہیں تو کون سا ایمان ہے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امتی قرار دینا کفر ہے

اوپر کے اقتباس میں مدعا علیہ کا اعتراف گزر چکا ہے کہ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام آنحضرت ﷺ کی امت میں داخل ہیں۔ لیکن اس کے باوجود مدعا علیہ لکھتا ہے:

> "اور جو شخص امتی کی حقیقت پر نظر غور ڈالے گا وہ بداہت سمجھ لے گا کہ حضرت عیسیٰ کو امتی قرار دینا ایک کفر ہے کیونکہ امتی اس کو کہتے ہیں کہ جو بغیر اتباع آنحضرت ﷺ اور بغیر اتباع قرآن شریف محض ناقص اور گمراہ اور بے دین ہو اور پھر آنحضرت ﷺ کی پیروی اور قرآن شریف کی پیروی سے اس کو ایمان اور کمال نصیب ہو۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا خیال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کرنا کفر ہے۔

(ضمیمہ براہین پنجم ۱۹۲۔ خزائن ص ۳۶۴ ج ۲۱)

مدعاعلیہ سے دریافت کیا جائے کہ:

○ جب تو نے براہین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و نزول کا عقیدہ درج کیا تھا تو تو نے قرآن اور الہام کے حوالے سے کفر درج کیا تھا؟ تیرا دعویٰ تھا کہ تو مجدد وقت ہے۔

○ کیا مجددین امت کو کفر کی تعلیم دینے کے لئے آتے ہیں؟

○ اللہ تعالیٰ نے جب انبیاء کرام علیہم السلام سے بشمول عیسیٰ علیہ السلام کے آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے اور آپ ﷺ کی نصرت کرنے کا اقرار لیا تھا تو کیا تیرے بقول ان سے کفر کا اقرار لیا تھا؟

○ یا اللہ تعالیٰ اور انبیاء کرام علیہم السلام امتی کے یہ معنی نہیں جانتے تھے؟

○ اور جب تونے براہین میں یہ کفر لکھا تھا تو تو اس وقت امتی کے یہ معنی جانتا تھا یا نہیں؟ جو شیطان نے تجھے بعد میں تلقین کئے ہیں؟

فیج اعوج:

مدعا علیہ لکھتا ہے:

" اگر فیج اعوج کے زمانہ میں ایسا خیال دلوں میں ہوگیا تھا کہ حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر چلے گئے ہیں تو وہ قابل سند نہیں ہے۔"

(ضمیمہ براہین پنجم ص ۱۱۹ خزائن ۲۸۴ ج ۲۱)

" افسوس کہ قرونِ ثلٰثہ کے بعد بعض مسلمانوں کے فرقہ کا یہ مذہب ہوگیا تھا کہ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے محفوظ رہ کر آسمان پر زندہ چلے گئے' اور اب تک وہیں زندہ مع جسم عنصری بیٹھے ہیں۔ ان پر موت نہیں آئی"۔

(حقیقت الوحی حاشیہ ص ۵۹۔ خزائن ص ۶۱ ج ۲۲)

مدعا علیہ سے دریافت کیا جائے کہ:

○ اول تو تیرا یہ جھوٹ ہے کہ قرونِ ثلٰثہ کے بعد یہ عقیدہ اختراع کیا گیا۔ کیونکہ تو خود اقرار کرچکا ہے کہ تیرہ صدیوں کے مسلمانوں کا یہی عقیدہ تھا جیسا کہ پہلے باب میں نقل کیا جاچکا ہے:

(ملفوظات ص ۳ ج ۱۰)

○ پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تو صحابی ہیں' اور وہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے بر ملا اس کا اعلان کیا کرتے تھے۔ اور کسی صحابی نے ان کو اس پر نہیں ٹوکا' لیکن تونے ان کو اس جرم میں جگہ جگہ غبی اور نادان کا خطاب دیا۔

○ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں تو لکھتا ہے:

" حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا درجہ جانتے ہو کہ صحابہ میں کس قدر بڑا ہے' یہاں تک کہ بعض اوقات ان کی رائے کے موافق قرآن شریف نازل ہوجایا کرتا تھا' اور ان کے حق میں یہ حدیث ہے کہ شیطان عمرؓ کے سایہ سے بھاگتا ہے۔ دوسری یہ حدیث ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا' تیسری یہ حدیث ہے کہ پہلی امتوں میں محدث ہوتے رہے ہیں' اگر اس امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمرؓ ہے۔"

(ازالہ اوہام ص ۲۳۵۔ خزائن ۲۱۹ ج ۳)

یہی عمر رضی اللہ عنہ تھے جو تیرے اقرار کی مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع آسمانی کا اعلان فرمارہے تھے۔

(تحفہ بغداد ص ۴۸۔ خزائن ۵۸۱ ج ۱۵)

اس لئے کہ انہوں نے حدیث صحیح کے مطابق جب آنحضرت ﷺ سے ابن صیاد کے قتل کی اجازت چاہی تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ان یکن ھو فلست صاحبہ' انما صاحبہ عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔"

(مسند احمد ۳:۳۶۸۔ مشکل الاثار ۴: ۹۷۔ مجمع الزوائد ۸: ۳۔۴)

○ اور امام ابو حنیفہؒ جن کے بارے میں تو لکھتا ہے:

" امام اعظم کوفی رضی اللہ عنہ اپنی قوت اجتہادی اور اپنے علم اور درایت اور فہم و فراست میں ائمہ ثلاثہ باقیہ سے افضل و اعلیٰ تھے' اور ان کی خدا داد قوت فیصلہ ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ وہ ثبوت و عدم ثبوت میں بخوبی فرق کرنا جانتے تھے۔ اور ان کی قوت مدرکہ کو قرآن شریف کے سمجھنے میں ایک خاص دستگاہ تھی۔ اور ان کی فطرت کو کلام الٰہی سے ایک خاص مناسبت تھی۔ اور عرفان کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ چکے تھے۔

اسی وجہ سے اجتہاد و استنباط میں ان کے لئے وہ درجہ علیا مسلم تھا جس تک پہنچنے سے دوسرے سب لوگ قاصر تھے' سبحان اللہ! اس زیرک اور ربانی امام نے"........

(ازالہ ص ۵۳۰۔ خزائن ص ۳۸۵ ج ۳)

اپنے رسالہ "الفقہ الاکبر" میں فرمایا ہے (اور اسی پر اپنے رسالہ کو ختم فرمایا ہے):

"وخروج الدجال ویاجوج وماجوج وطلوع الشمس من مغربها و نزول عیسٰی علیه السلام من السماء وسائر علامات یوم القیامة علٰی ماوردت به الاخبار الصحیحة حق کائن۔ واللّٰه یهدی من یشاء الی صراط مستقیم۔"

(شرح فقہ اکبر: ملا علی قاری ص ۱۳۶ مطبوعہ مجتبائی ۱۳۴۸ھ)

ترجمہ :دجال کا اور یاجوج و ماجوج کا نکلنا' آفتاب کا مغرب کی جانب سے طلوع ہونا حضرت عیسٰی علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا اور دیگر علامات قیامت' جیسا کہ احادیث صحیحہ ان میں وارد ہوئی ہیں' سب برحق ہیں۔ ضرور ہو کر رہیں گی۔ اور اللہ تعالٰی ہدایت دیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں صراط مستقیم کی"۔

○ پھر گزشتہ صدیوں کے اکابرین امت و مجددین ملت سب کے سب حضرت عیسٰی علیہ السلام کی حیات و نزول کا عقیدہ رکھتے آئے ہیں' کیا تیرے نزدیک یہ سب "فیج اعوج" تھے؟ اور دور قدیم کے فلاسفہ و ملاحدہ اور دور حاضر کے نیچری اور ملحد و بے دین جو تجھ سے بھی پہلے مسیح علیہ السلام کے منکر تھے وہ تیرے نزدیک مجددین امت کے مقابلہ میں حق پر ہیں؟

○ اور پھر تو نے جب دعوائے ملہمیت و مجددیت کے باوجود براہین میں یہ

عقیدہ لکھا تھا تو کیا "فیج اعوج" کی تقلید میں لکھا تھا؟ لہذا تو "اعوج الاعوج" ٹھہرا تیرا ملہمیت و مجددیت کا دعویٰ باطل ٹھہرا کیسی جرات ہے کہ جو عقیدہ آنحضرت ﷺ سے صحابہ کرام سے، ائمہ دین، مجددین امت سے، علمائے ربانیین سے تواتر و تسلسل کے ساتھ چلا آتا ہے اس کو "فیج اعوج" کا عقیدہ کہا جائے؟

اسلام کی موت

مدعا علیہ لکھتا ہے:

"عیسیٰ کی موت اسلام کی زندگی ہے۔ اور عیسیٰ کی زندگی اسلام کی موت ہے۔"

(ضمیمہ براہین پنجم ص ۲۳۱ خزائن ص ۴۰۶ ج ۲۱)

مدعاعلیہ کا دعویٰ قطعاً" غلط ہے۔ اس لئے کہ سلف صالحین حیات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ رکھتے تھے۔ اس کے باوجود اسلام غالب و سربلند تھا۔ اور تمام مذاہب اس کے سامنے سرنگوں تھے، اور جب سے چودھویں صدی کے نافہم ملحدوں سے عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر لٹکائے جانے کا عقیدہ منوالیا اور وفات مسیح کا "نیانسخہ" تجویز کیا گیا جب سے اسلام مغلوب ہو رہا ہے۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی عقائد کو برحق ماننے میں اسلام کی زندگی ہے۔ اور جن لوگوں نے اسلام کے مسلمہ عقائد سے انحراف کیا ان کے دل میں اسلام کی موت واقع ہوگئی۔

علاوہ ازیں مدعاعلیہ سے دریافت کیا جائے کہ کیا تو نے براہین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و نزول کا عقیدہ درج کر کے اسلام کی موت پر دستخط کئے تھے؟ اور کیا تجھے اسلام کی موت پر دستخط کرنے کے لئے ملہم و مجدد بنایا گیا تھا؟

بت پرستی

مدعا علیہ لکھتا ہے:

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوچکے ہیں' اور ان کا زندہ آسمان پر مع جسم عنصری کے جانا اور پھر کسی وقت مع جسم عنصری کی زمین پر آنا یہ سب ان پر تہمتیں ہیں۔ افسوس! کہ اسلام بت پرستی سے بہت دور تھا' لیکن آخر کار اسلام میں بھی بت پرستی کے رنگ میں یہ عقیدہ پیدا ہوگیا کہ حضرت عیسیٰ کو ایسی خصوصیتیں دی گئیں جو دوسرے نبیوں میں نہیں پائی جاتیں۔ خدا تعالیٰ مسلمانوں کو اس قسم کی بت پرستی سے رہائی بخشے۔"

(ضمیمہ براہین پنجم ص ۲۳۰۔ خزائن ص ۴۰۶ ج ۲۱)

مدعا علیہ سے دریافت کیا جائے کہ کسی نبی میں ایسی خصوصیت تسلیم کرنا' جو دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام میں نہ پائی جاتی ہوں اگر اسی کا نام (نعوذ باللہ) بت پرستی ہے تو آنحضرت ﷺ کے خصائص کو تسلیم کرنا بھی بت پرستی ہوگا۔ (نعوذ باللہ) کیا کوئی صحیح العقل آدمی ایسی بات کہہ سکتا ہے؟

علاوہ ازیں براہین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و نزول کا عقیدہ درج کر کے تونے خود بت پرستی کا سنگ بنیاد رکھا' کیا ایسا بت پرست مشرک' ملہم و مجدد ہوسکتا ہے؟

○

میں نے ان بارہ نمبروں میں ارباب عقل و فہم کی عدالت انصاف میں مدعا علیہ کے جو اقتباسات پیش کئے ہیں ان کو عدل و انصاف کی ترازو میں تول کر فیصلہ کیا جائے کہ کیا مدعاعلیہ کے یہ سارے فتوے خود اس پر عائد نہیں ہوتے؟ اور کیا ایسا شخص ملہم و مجدد تو کجا؟ معمولی دیانت و امانت کا شخص بھی ہوسکتا ہے؟

باب ششم

مدعاعلیہ کی دو گستاخیاں

مدعا علیہ نے اسلامی عقیدہ "نزول مسیح" کے ساتھ جو گستاخیاں کی ہیں ان کی فہرست طویل ہے، لیکن اس کے چند نمونے باب پنجم میں پیش کئے گئے۔ بزعم خود "مسیح موعود" کی مسند پر فائز ہوکر مدعا علیہ نے سیدنا عیسیٰ بن مریم روح اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کی شان میں جو جگر شگاف گستاخیاں کی ہیں ان پر مستقل رسائل لکھے جاچکے ہیں، اور یہ ناکارہ بھی اپنے رسالہ "مرزا غلام احمد کے وجوہات کفر" میں ان کے نمونے نقل کرچکا ہے، یہاں موضوع کی مناسبت سے مدعا علیہ کی دو گستاخیاں نقل کرنا چاہتا ہوں، جن سے مدعاعلیہ کی عقل و فہم اور دین و دیانت کے بارے میں فیصلہ کرنا آسان ہوگا۔

پہلی گستاخی

یہود کے نقش قدم پر، قتل مسیح کا دعویٰ

سورہ النساء کے بائیسویں رکوع میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے بڑے بڑے جرائم کی فہرست دی ہے۔ مثلاً: عہد شکنی، کفر بایات اللہ، قتل انبیاء حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر بہتان تراشی وغیرہ وغیرہ، اسی ضمن میں ان کا یہ جرم بھی ذکر فرمایا گیا ہے:

"وقولهم انا قتلنا المسيح عيسىٰ ابن مريم رسول الله وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا فيه

لفی شک منه' مالھم به من علم الا اتباع الظن' وماقتلوہ یقینا" ○ بل رفعه الله الیه وکان الله عزیزا" حکیما" "۔

(النساء: ۱۵۷)

"ترجمہ :اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم کو جو کہ رسول ہیں اللہ تعالیٰ کے' قتل کردیا۔ حالانکہ انہوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا' لیکن ان کو اشتباہ ہوگیا' اور جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ غلط خیال میں ہیں' ان کے پاس اس امر پر کوئی دلیل نہیں' بجز تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے' اور انہوں نے ان کو یقینی بات ہے کہ قتل نہیں کیا بلکہ ان کو خدائے تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست حکمت والے ہیں۔"

(ترجمہ حضرت تھانویؒ)

یعنی یہود کا یہ دعویٰ کہ ہم نے مسیح بن مریم رسول اللہ کو قتل کردیا' اگرچہ خلاف واقعہ ہے' لیکن ایک نبی کے قتل کا دعویٰ کرنا بھی ان کے کفر و ملعونیت کا موجب ہوا۔ یہود جس نبی (مسیح بن مریم علیہ السلام) کے قتل کا جھوٹا دعویٰ کرکے کافر و ملعون ہوئے عجائبات میں سے ہے کہ ہمارا مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی بھی اسی نبی (مسیح بن مریم علیہ السلام) کے قتل کا جھوٹا دعویٰ کرتا ہے' مرزا قادیانی کے ملفوظات میں ہے:

"اصل میں ہمارا وجود دو باتوں کے لئے ہے' ایک تو ایک نبی کو مارنے کے لئے 'دوسرا شیطان کو مارنے کے لئے۔"

"حضرت عیسیٰ مرچکے ہیں۔۔ مگر شیطان کا مرنا ابھی باقی ہے"۔

(ملفوظات ص ۶۰ ج ۱۰ مطبوعہ لندن)

مدعا علیہ کا ایک مرید قاضی ظہور الدین اکمل اپنے ایک نعتیہ قصیدہ میں'

جو اس نے مدعاعلیہ کی مدح میں لکھا تھا' مدعا علیہ کے اس کارنامے کو اس کی نبوت کا معجزہ قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے :

بھلا اس معجزے سے بڑھ کے کیا ہو؟
خدا اک قوم کا مارا جہاں میں

(اخبار بدر جلد ۲' نمبر ۴۳ھ مورخہ ۲۵ر اکتوبر ۱۹۰۶ء)

مندرجہ بالا لطیفہ سے چند دلچسپ باتیں معلوم ہوئیں :

○ یہود کی حضرت مسیح علیہ السلام سے عداوت اور دشمنی تو معروف ہے۔ لیکن ہمارے مدعا علیہ کی ان سے عداوت مندرجہ بالا اقتباس سے عیاں ہے کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کو اور شیطان دونوں کو ایک ہی لائن میں کھڑے کر کے دونوں کے قتل کے درپے ہے۔ معاذ اللہ!

○ یہود کو دھوکا ہوا تھا کہ ایک شخص کو حضرت مسیح علیہ السلام کے اشتباہ میں سولی پر چڑھا کر سمجھ لیا کہ ہم نے مسیح کو قتل کردیا __ ادھر ہمارے مدعاعلیہ کے چند عقل مندوں نے دیوانہ گفت وابلہ باور کرد" کے مطابق " مسیح" مان لیا' جس سے مدعاعلیہ کو خیال ہوا کہ اگر مسیح علیہ السلام زندہ ہوتے تو یہ عقلمند مجھے "مسیح" کیوں مان لیتے؟ لہٰذا اس نے بھی اعلان کردیا کہ میں نے مسیح بن مریم رسول اللہ کو ماردیا۔ (اور مدعا علیہ نے انہیں سری نگر کے محلہ خانیار کی ایک قبر میں دفن بھی کردیا)' مگر مدعا علیہ دانشمندوں کا قول بھول گیا۔ شاید اسی کے بارے میں کہا گیا تھا :

صاحب خبرے بنما گوہر خوورا
عیسیٰ نتواں گشت بہ تصدیق خرے چند

(ترجمہ :
"اپنا جوہر کسی "صاحب خبر" کو دکھا! چند گدھوں کے تصدیق کردینے سے عیسیٰ نہیں بن جایا کرتے۔)

"خرے چند" کی تصدیق سے وہ یہ سمجھ بیٹھا کہ شاید وہ سچ مچ عیسیٰ بن گیا ہے' اور چونکہ وہ خود عیسیٰ بن گیا ہے لہٰذا فرض کرلینا چاہیے کہ عیسیٰ علیہ السلام مرچکے ہیں۔ حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام اب بھی زندہ ہیں' اور اقوام عالم کی نظر میں مدعا علیہ کا یہ دعویٰ گوزِشتر (اونٹ کے پاد) کی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔

○ جس طرح یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام تک رسائی نہ ہونے کے باوجود فخراً" یہ جھوٹا دعویٰ کیا کہ ہم نے مسیح بن مریم رسول اللہ" کو قتل کردیا' اسی طرح ہمارے مدعا علیہ نے بھی یہود کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بطور فخریہ جھوٹا دعویٰ ہانک دیا کہ "میرا وجود ایک نبی کو قتل کرنے کے لئے ہے۔ اور حضرت عیسیٰ مرچکے ہیں۔

○ اب قرآن مجید کی وہ آیت جو اوپر نقل کرچکا ہوں ہمارے مدعاعلیہ کو سامنے رکھ کر دوبارہ تلاوت فرمایئے' اور قرآن کریم کی زبان سے یہود اور ہمارے مدعا علیہ دونوں کے کفر و ملعونیت کا اعلان سماعت فرمایئے۔

○

دوسری گستاخی

نزول مسیح کا عقیدہ کسی پر منکشف نہیں ہوا

باب اول میں مدعاعلیہ ----مرزا غلام احمد قادیانی ----کی تحریروں سے معلوم ہوچکا ہے کہ پہلے کے تمام مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری پر ایمان رکھتے تھے' اور خود مدعا علیہ کا بھی اسی پر ایمان تھا' ۱۸۹۱ء میں جب مدعا علیہ کو "مسیح موعود" بنانے کا الہام ہوا تو مدعا علیہ نے "مسیح موعود" کی مسند پر قدم رکھتے ہی اعلان کردیا کہ عیسیٰ علیہ السلام مرچکے ہیں ---اس پر سوال پیدا ہوا کہ تیرہ صدیوں کے اکابر امت' سلف صالحین' ائمہ دین' مجددین کے سامنے قرآن کریم بھی موجود تھا' آنحضرت ﷺ کی احادیث شریفہ کا پورا ذخیرہ بھی ان کے سامنے تھا' صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار بھی موجود تھے' ان کو یہ بات کیوں نہ سوجھی کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوچکے ہیں اور "نزول مسیح" کا مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نام پر کوئی دوسرا شخص آئے گا۔ اور وہ "مسیح موعود" ہونے کا دعویٰ کرے گا؟

مدعا علیہ نے اس اشکال کا حل یہ نکالا کہ مدعا علیہ سے پہلے کسی پر یہ عقیدہ کھلا ہی نہیں' مدعا علیہ پہلا شخص ہے جس پر اس عقیدے کا راز کھلا' ورنہ اس سے پہلے کسی کو اس کی حقیقت کا علم ہی نہیں تھا۔ ذیل میں مدعا علیہ کی تصریحات ملاحظہ فرمائیے :

مسلمانوں نے نزول مسیح کی حقیقت کو نہیں سمجھا

○ والهمت وعلمت من لدنه ان النزول فی اصل

مفهومه حق، ولکن مافهم المسلمون حقیقته لان اللّٰہ تعالٰی ارادا خفائه، فغلب قضاء ہ ومکرہ و ابتلائه علی الافہام، فصرف وجوھھم عن الحقیقة الروحانیة الی الخیالات الجسمانیة، فکانوا بها من القانعین، وبقی ھذا الخبر مکتوما مستورا" کالحب فی السنبلة قرنابعرن، حتی جاء زماننا.... فکشف اللّٰہ الحقیقة علینا"۔

(آئینہ کمالات اسلام۔ خزائن ص ۵۵۲ ج ۵)

ترجمہ"مجھے الہام کیا گیا اور بتایا گیا کہ نزول مسیح اپنے اصل مفہوم میں برحق ہے۔ لیکن مسلمانوں نے اس کی حقیقت کو نہیں سمجھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو پوشیدہ رکھنے کا ارادہ کیا، پس اس کی قضا، اس کی خفیہ تدبیر اور اس کا ابتلا فہموں پر غالب آگیا، پس اس نے ان کے چہروں کو روحانی حقیقت سے جسمانی خیالات کی طرف پھیردیا، پس وہ اسی پر قانع ہوگئے، اور یہ خبر (کہ حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ نازل ہوں گے) قرنا" بعد قرن اسی طرح پوشیدہ راز رہا، جس طرح خوشے میں دانہ چھپا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ ہمارا زمانہ آیا.... پس اللہ تعالیٰ نے اس کی حقیقت ہم پر کھول دی۔"

○ "اسی طرح مسیح کی حیات کا مسئلہ بھی ایک عجیب سر ہے ... باوجود اس قدر آشکارا ہونے کے خدا تعالیٰ نے اس کو مخفی کرلیا، اور آنے والے موعود کے لئے اس کو مخفی رکھا چنانچہ وہ آیا تو اس نے اس راز کو ظاہر کیا۔"

(ملفوظات ص ۳۴۳ ج ۵)

○ "یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ وہ جب چاہتا ہے کسی بھید کو مخفی کردیتا ہے اور جب چاہتا ہے اسے ظاہر کردیتا ہے۔ اسی طرح اس نے اس بھید کو اپنے وقت تک مخفی رکھا مگر اب جبکہ آنے والا آگیا اور اس کے ہاتھ میں اس سر کی کلید تھی اس نے اسے کھول کر

دکھادیا"۔

(ملفوظات ص ۳۴۴ ج ۸)

○ "یا اخوان هذا الامر الذی اخفا الله من اعین القرون الاولیٰ' وجلیٰ تفاصیله فی وقتنا هذا' یخفی مایشاء ویبدی مایشاء"۔

(آئینہ کمالات اسلام۔ خزائن ص ۴۲۶ ج ۵)

ترجمہ۔ "بھائیو! یہ وہی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پہلی صدیوں کے لوگوں کی آنکھ سے پوشیدہ رکھا' اور اس کی تفصیلات ہمارے اس وقت میں ظاہر کردیں۔ وہ جس چیز کو چاہے پوشیدہ رکھے' اور جس چیز کو چاہے ظاہر کردے"۔

سلف صالحین صحابہ و تابعین کو بھی حقیقت معلوم نہیں تھی

○ "ماکان ایمان الاخیار من الصحابة والتابعین بنزول المسیح علیه السلام الا اجمالیا" وکانوا یومنون بالنزول اجمالا"۔"

(تحفہ بغداد ص ۷۔ خزائن ص ۸۔ ج ۷)

ترجمہ۔ "اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں صحابہ و تابعین کا ایمان نزول مسیح علیہ السّلام پر صرف اجمالی تھا۔ اور وہ اجمالی طور پر نزول پر ایمان رکھتے تھے"۔

○ "واما السلف الصالح فماتکلموا فی هذه المسئلة تفصیلا" بل آمنوا مجملا بان المسیح عیسی بن مریم قد توفی کماورد فی القرآن' وآمنوا بمجدد یاتی من هذه الامة فی آخر الزمان عند غلبة النصاری علی وحه الارض اسمه عیسیٰ بن مریم"

(حمامتہ البشریٰ ص ۱۸۔ خزائن ۱۹۸ ج ۷)

ترجمہ۔ "سلف صالحین نے اس مسئلہ میں تفصیلاً" گفتگو نہیں کی بلکہ وہ اجمالی ایمان لے آئے کہ عیسیٰ بن مریم کی وفات ہوگئی ہے' جیسا کہ قرآن میں آیا ہے۔ اور وہ ایک مجدد پر ایمان لائے جو اس امت سے آخری زمانہ میں آئے گا۔ روئے زمین پر نصاریٰ کے غلبہ کے وقت۔ اس کا نام عیسیٰ بن مریم ہوگا۔"

آنحضرت ﷺ کو بھی اس کی حقیقت تک رسائی نہ ہوئی

"اگر آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ' بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی ہو..... تو کچھ تعجب کی بات نہیں"۔

(ازالہ اوہام ص ۶۹۱۔ خزائن ص ۴۷۳ ج ۳)

۴۔ خود عیسیٰ علیہ السلام بھی نزول مسیح کی حقیقت کو نہیں سمجھے

باب اول میں "ازالہ اوہام" کے حوالہ سے مدعا علیہ کی یہ تحریر گزرچکی ہے کہ :

○ "مسیح ابن مریم کے آنے کی پیش گوئی ایک اول درجہ کی پیش گوئی ہے۔ جس کو سب نے بالا تفاق قبول کرلیا ہے اور جس قدر صحاح میں پیش گوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیش گوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی' تواتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے' انجیل بھی اس کی مصدق ہے"۔

(ازالہ اوہام ص ۵۵۷۔ خزائن ص ۴۰۰ ج ۳)

گویا مدعا علیہ تسلیم کرتا ہے کہ انجیل میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے دوبارہ تشریف لانے کی پیش گوئی فرمائی ہے جو آنحضرت ﷺ کی

اس پیش گوئی کی تصدیق کرتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف لائیں گے۔ لیکن مدعا علیہ کا دعویٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی اپنی پیش گوئی کی حقیقت ظاہر نہیں ہوئی۔ اور انہوں نے بھی اپنے دوبارہ آنے کا مطلب نہیں سمجھا' ملاحظہ فرمایئے :

○ "بعض وقت نبی کو اجتہاد اور تفہیم الہام میں غلطی ہوجاتی ہے۔ یہ غلطی اگر احکام دین کے متعلق ہو تو ان کو فوراً متنبہ کردیا جاتا ہے' لیکن دوسرے امور میں ضروری نہیں کہ وہ اطلاع دیئے جاویں' پس اس لئے یہ بات ممکن ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے دوبارہ آنے کے بارے میں جو الہامات ہوئے خود انہوں نے بھی اسے حقیقی معنوں پر حمل کرلیا ہو"۔

(ملفوظات ص ۱۰۹ ج ۷)

○ "یہ امر بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ یسوع کا اناجیل میں یہ وعدہ کہ وہ خود دوبارہ آئے گا اس کے مثیل کی آمد سے پورا ہوچکا ہے۔ اول تو یہ امر بھی ناممکن نہیں کہ مسیح کو اپنی آمد ثانی کے معنے سمجھنے میں پہلے غلطی لگی ہو اور بجائے روحانی آمد سمجھنے کے اس نے جسمانی آمد اس سے سمجھ لی ہو۔ اجتہاد میں ایسی غلطی اس کے مسیح ہونے کے دعوے کی کسی طرح منافی نہیں اور اس کی مثالیں خود اناجیل میں موجود ہیں اگرچہ وہ غلطی قائم نہیں رہی بلکہ خدا تعالیٰ اس کو بعد میں رفع کردیتا ہے ... ایسا ہی ممکن ہے کہ اس نے پہلے آمد ثانی کے معنے غلط سمجھے ہوں' لیکن بعد میں اس خیال کی اصلاح ہوگئی ہو۔""

(ریویو آف ریلیجنز جلد ۳ نمبر ۸ بابت ماہ اگست ۱۹۰۴ء ص ۲۸۱)

پہلے اللہ تعالیٰ نے بھی نہیں سمجھا

گزشتہ اقتباسات میں مدعا علیہ نے تیرہ صدیوں کے اکابر امت پر' سلف

صالحین صحابہؓ و تابعینؒ پر، آنحضرت ﷺ پر اور خود صاحب واقعہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام پر "حقیقت ناشناسی" کا فتویٰ صادر کیا کہ ان میں سے کسی نے "نزول مسیح" کی حقیقت کو نہیں سمجھا۔ اور وہ سب کے سب ایک غلط عقیدے پر قائم رہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف لائیں گے۔

اس سے زیادہ دل چسپ مدعا علیہ کا یہ دعویٰ ہے کہ نعوذ باللہ پہلے اللہ تعالیٰ کو غلط فہمی رہی، اور اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت شریفہ ":هوالذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله"(الصف ۱۰) میں مسیح علیہ السلام کی تشریف آوری کی پیش گوئی بھی فرمادی، اور مدعا علیہ کو بھی بتادیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام اس پیش گوئی کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہیں۔ جیسا کہ مدعا علیہ کی اس تحریر سے واضح ہے۔ :

> "لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے۔ اور اس عاجز کی فطرت اور مسیح کی فطرت باہم نہایت متشابہ واقع ہوئی ہے ..... سو چونکہ اس عاجز کی حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے۔ اس لئے خداوند کریم نے مسیح کی پیش گوئی میں ابتداً اس عاجز کو بھی شریک کر رکھا ہے۔ یعنی حضرت مسیح پیش گوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور مصداق ہے، اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر اس کا محل اور مورد ہے"۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۴۹۸۔ ۴۹۹)

مدعا علیہ کے اس حوالے سے واضح ہے کہ :

○ براہین احمدیہ کے زمانہ تک اللہ تعالیٰ کے علم میں یہی تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف لائیں گے۔

○ اللہ تعالیٰ نے آیت شریفہ میں ان کی دوبارہ آمد کی پیش گوئی بھی مدعا

علیہ کے دنیا میں آنے سے ۱۳ سو سال پہلے فرما رکھی تھی۔

○ اللہ تعالیٰ نے مدعا علیہ پر بھی ظاہر کردیا تھا کہ ”حضرت مسیح علیہ السلام اس آیت شریفہ کی پیش گوئی کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہیں۔“

○ اللہ تعالیٰ نے مدعا علیہ پر یہ بھی ظاہر کردیا تھا کہ یہ پیش گوئی بلاشرکت غیرے تیرے حق میں نہیں۔ البتہ تجھ کو (یعنی مدعا علیہ کو) بھی مسیح کی پیش گوئی میں شریک کردیا گیا ہے۔

○ اور اس شراکت کی صورت بھی اللہ تعالیٰ نے بتادی تھی کہ مسیح علیہ السلام ظاہری اور جسمانی طور پر اس پیش گوئی کو پورا کریں گے' اور روحانی اور معقولی طور پر تو اس کا مورد ہے۔

خلاصہ یہ کہ مدعا علیہ جس زمانے میں براہین احمدیہ میں آیت شریفہ اور اپنے الہامات کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کا عقیدہ رکھتے تھے اس وقت تک اللہ تعالیٰ کو یہی معلوم تھا کہ یہ پیش گوئی ظاہری اور جسمانی طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے اور وہ خود بنفس نفیس نزول اجلال فرمائیں گے۔ لیکن شاید ۱۸۹۱ء سے کچھ دن پہلے اللہ تعالیٰ کو معلوم ہوا کہ ”اوہو! عیسیٰ علیہ السلام کا تو انتقال ہوچکا ہے' وہ ظاہری اور جسمانی طور پر دوبارہ کیسے آسکتے ہیں؟ لہٰذا مدعا علیہ کو فوراً“ ”الہام خاص“ کے ذریعہ اطلاع دی کہ :

”حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہوچکا ہے' اور مسیح کا چارج اب بلاشرکت غیرے تیرے سپرد کیا جاتا ہے۔“

۱۸۹۱ ء میں مدعا علیہ کو جو ”خاص الہام“ ہوا اس کے الفاظ مدعا علیہ کے بقول یہ تھے :

”اس نے (اللہ تعالیٰ نے) مجھے بھیجا ہے' اور میرے پر اپنے خاص

الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح بن مریم فوت ہوچکا ہے' چنانچہ اس کا الہام یہ ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہوچکا ہے' اور اس کے رنگ میں ہوکر وعدہ کے موافق تو آیا ہے' وکان امر اللّٰہ مفعولا"۔"

(تذکرہ طبع سوم ص ۱۸۳۔ بحوالہ ازالہ اوہام ۵۶۱۔ خزائن ص ۴۰۲ ج ۳)

مدعا علیہ کے اس "خاص الہام" کا مطلب یہ ہے کہ ۱۸۹۱ء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو خبر دی تھی وہ بھی نعوذ باللہ غلط فہمی پر مبنی تھی' اور مدعا علیہ کو بذریعہ الہامات براہین احمدیہ کے زمانے میں جو کچھ بتایا گیا تھا وہ بھی غلط فہمی پر تھا' گویا مرزا محمود کے بقول "نزول مسیح" کا مسئلہ اللہ تعالیٰ پر ۱۸۹۱ء میں کھلا' جس کی اللہ تعالیٰ نے مدعا علیہ کو "اپنے خاص الہام" کے ذریعہ فوراً اطلاع دی۔

اب اہل عقل و دیانت کی عدالت فہم انصاف سے دریافت کرتا ہوں کہ :

○ مدعا علیہ کا یہ خاص الہام' جو اس کو ۱۸۹۱ء میں ہوا' اور جس میں اس کو "موت مسیح" کی اطلاع دی گئی کیا اس کو "رحمانی الہام" کہا جائے گا یا شیطانی القاء؟

○ اور کیا کسی صاحب عقل و ایمان کے لئے ایسے "شیطانی الہام" پر ایمان لانا جائز ہوگا جس کی رو سے تمام اولیاء اللہ اور اہل کشف و الہام کو' سلف صالحین صحابہؓ و تابعینؒ کو' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو' حضرت مسیح علیہ السلام کو' بلکہ اس الہام سے پہلے خود حق تعالیٰ شانہ کو "حقیقت ناشناس" قرار دیا گیا ہو؟

○ اور اہل عقل و فہم یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ مدعا علیہ کا یہ "خاص الہام" جو اس کو ۱۸۹۱ء میں ہوا' اگر اس کو بھی نعوذ باللہ "رحمانی الہام" قرار دیا جائے تو "شیطانی الہام" کس کو کہتے ہیں؟ انصاف! خدارا انصاف!!

مدعا علیہ کا بہتان اور تہمت تراشی:

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ مدعا علیہ کے جو حوالے اوپر نقل کئے گئے ہیں کہ اکابر امتؒ میں سے کسی کو بھی "نزول مسیح" کی حقیقت معلوم نہیں تھی۔ نہ صحابہؓ تابعینؒ کو' نہ آنحضرت ﷺ کو' نہ عیسیٰ علیہ السلام کو' بلکہ ۱۸۹۱ء کے "خاص الہام" سے پہلے (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کو ٹھیک پتہ نہیں تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام خود آئیں گے؟ یا ان کی جگہ مدعا علیہ کو "مسیح موعود" بنایا جائے گا؟ مدعا علیہ کے یہ ہولناک دعوے خالص بہتان اور تہمت تراشی ہیں۔ مدعا علیہ کے ان حوالوں کو پڑھ کر ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ پکار اٹھے:

سبحٰنک ھذا بھتان عظیم۔

حضرات اہل علم تو اس بہتان کی تردید کے محتاج نہیں۔ تاہم عام مسلمانوں کی خدمت میں چند نکات پیش کرتا ہوں' ان کو سامنے رکھ کر ہر شخص آسانی کے ساتھ مدعا علیہ کی بہتان تراشی کا فیصلہ کر سکتا ہے وہ نکات یہ ہیں:

○ آنحضرت ﷺ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بالمشافہ ملاقات اور گفتگو ہوئی ہے' شب معراج میں آنحضرت ﷺ نے ان کو بہ چشم خود دیکھا' صحابہ کرامؓ سے ان کا حلیہ بیان فرمایا۔ اور ٹھیک اسی حلیہ کے عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کے نازل ہونے کی صحابہ کرامؓ کو خبر دی۔

○ آنحضرت ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وہ تقریر' جو انہوں نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے مجمع میں فرمائی تھی' صحابہ کرامؓ کے سامنے نقل کی۔ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ:

> "میرے ساتھ میرے رب کا عہد ہے کہ آخری زمانے میں دجال نکلے گا تو میں نازل ہو کر اس کو قتل کروں گا۔"

○ آنحضرت ﷺ نے ان کے زمانہ نزول کی اہم تفصیلات بھی ارشاد فرمائیں۔

یہ تمام امور احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں' اور صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک کے تمام اکابر امت ان پر ایمان رکھتے آئے ہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کی ہر بات برحق ہے' ہمالیہ اپنی جگہ سے ٹل سکتا ہے' مگر یہ ممکن نہیں کہ جو بات آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہو وہ غلط ہوجائے۔ چنانچہ خود مدعا علیہ کو بھی اس کا اقرار ہے کہ :

"اور ممکن نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ میں تخلف ہو۔" (حقیقتہ الوحی ص ۱۹۳۔ خزائن ص ۲۰۰ ج ۲۲)

اب میں اہل عقل و فہم اور اہل دیانت و انصاف کے سامنے مندرجہ بالا تینوں نکات پر مشتمل احادیث صحیحہ پیش کرتا ہوں :

حدیث اول :

"عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال عرض علی الانبیاء فاذا موسیٰ علیہ السلام ضرب من الرجال کا نہ من رجال شنوۃ' ورائیت عیسی بن مریم علیہ السلام فاذا اقرب من رائیت بہ شبہا عروۃ بن مسعود' ورائیت ابراہیم فرائیت اقرب الناس بہ شبہا" صاحبکم' یعنی نفسہ ......"

(صحیح ابن حبان (الاحسان) ص ۴۳ ج ۹۔ صحیح مسلم ص ۹۵ ج ۱۔ مسند احمد ص ۳۳۴۔ ج ۳۔ مسند ابوعوانہ ص ۱۳۰ ج ۱۔ مشکوۃ ص ۵۰۸۔ کنزالعمال ص ۵۰۶ ج ۱۱۔ رقم ۳۲۳۷۰۔ شرح السنۃ للبغوی ص ۲۲۷ ج ۱۳)

ترجمہ : "حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت

ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام میرے سامنے پیش کئے گئے (اور ان سے میرا تعارف کرایا گیا) تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دبلے پتلے طویل القامت آدمی ہیں، کیونکہ قبیلہ شنوہ کے لوگوں میں سے ہیں۔ اور میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو ان تمام لوگوں سے، جن کو میں نے دیکھا ہے، ان کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت عروہ بن مسعودؓ کو ہے۔ اور میں نے (اپنے جد امجد) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو میں نے دیکھا کہ ان کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت تمہارے رفیق یعنی آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کو ہے۔"

حدیث دوم:

عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال لیلة اسری بی وضعت قدمی حیث توضع اقدام الانبیاء من بیت المقدس فعرض علی عیسیٰ بن مریم قال فاذا اقرب الناس به شبها عروة بن مسعود۔ (مسند احمد ۵۲۸ ج ۲ مجمع الزوائد ۶۶ ج ۱)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شب معراج میں، میں نے وہاں قدم رکھا جہاں بیت المقدس میں انبیاء کرام علیہ السلام کے قدم واقع ہوئے تو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام میرے سامنے پیش کئے گئے، تو اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ان کے ساتھ قریب تر مشابہت سب لوگوں سے زیادہ عروہ بن مسعودؓ کو ہے۔"

حدیث سوم:

"عن عبدالله بن عمرو رضی الله عنهما قال قال رسو الله صلی الله علیه وسلم یخرج الدجال فی امتی، فیمکث

اربعین . . .لا ادری اربعین یوما" او اربعین شهرا" . . .او اربعین عاما"۔ فیبعث اللّٰہ عیسیٰ ابن مریم کانہ عروۃ بن مسعود' فیطلبہ فیھلکہ"۔ (صحیح مسلم ص ۴۰۳ ج ۲)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ دجال میری امت میں نکلے گا' پس چالیس تک زمین رہے گا۔ مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے چالیس دن فرمایا' یا چالیس مہینے' یا چالیس سال ـــــ پس اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ ابن مریم کو بھیجیں گے' گویا وہ عروہ بن مسعود ہیں پس وہ اس کے تعاقب میں نکلیں گے' پس اس کو ہلاک کردیں گے۔"

حدیث چہارم:

عن عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لقیت لیۃ اسری بی ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ قال فتذا کروا امر الساعۃ' فردوا امرھم الی ابراھیم' فقال لا علم لی بھا' فردواالا مرالی موسیٰ' فقال لاعلم لی بھا' فردواالا مرالی عیسیٰ' فقال اما وجبتھا فلایعلمھا الا اللّٰہ تعالیٰ ذالک' وفیما عھدالی ربی عزوجل ان الدجال خارج قال ومعی قضیبان' فاذا رآنی ذاب کما یذوب الرصاص' قال فیھلکہ اللہ (وفی روایۃ ابن ماجۃ :قال :فانزل فاقتلہ) ......الی قولہ ......ففیما عھد الی ربی عزوجل ان ذالک اذاکان کذالک فان الساعۃ کالحامل المتم التی لایدری متی تفجاء ھم بولادھا لیلا اونھارا۔

(ابن ماجہ ص ۳۰۹' مسند احمد ص ۳۷۵ ج ۱' ابن جریر ص ۷۲ ج ۱۷' مستدرک حاکم ص ۴۸۸' ج ۴' فتح الباری ص ۷۹ ج ۱۳' درمنثور ۳۳۶ ج ۴)

ترجمہ : ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات میری ملاقات حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ (اور دیگر انبیاء کرام) علیہم السلام سے ہوئی، مجلس میں قیامت کا تذکرہ آیا (کہ قیامت کب آئے گی؟) سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا گیا، انہوں نے فرمایا مجھے علم نہیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا، انہوں نے بھی فرمایا مجھے علم نہیں۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا کہ قیامت کا ٹھیک وقت تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی معلوم نہیں۔ اور میرے رب عزوجل کا مجھ سے ایک عہد ہے کہ قیامت سے پہلے دجال نکلے گا تو میں نازل ہوکر اس کو قتل کروں گا۔ میرے ہاتھ میں دو شاخیں ہوں گی۔ پس جب وہ مجھے دیکھے گا تو سیسے کی طرح پگھلنے لگے گا۔ پس اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کردیں گے (آگے یاجوج ماجوج کے خروج اور ان کی ہلاکت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا) پس میرے رب کا جو مجھ سے عہد ہے وہ یہ ہے کہ جب یہ ساری باتیں ہوچکیں گی تو قیامت کی مثال پورے دنوں کی حاملہ کی ہوگی جس کے بارے میں کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ کس وقت اچانک اس کے وضع حمل کا وقت آجائے، رات میں یا دن میں۔“

حدیث پنجم:

”عن ابی هریرة ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال : الانبیاء اخوة لعلات، امهاتهم شتی و دینهم واحد، وانا اولی الناس بعیسیٰ بن مریم، لانه لم یکن بینی و بینه نبی، وانه نازل واذارائیتموه فاعرفوه، رجل مربوع الی الحمرة والبیاض، علیه ثوبان مصمران، کان راسه یقطر وان لم یصبه بلل، فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویدعو الناس الی الاسلام، فیهلک اللّٰه فی زمانه الملل کلها الا

الاسلام' ویھلک اللہ فی زمانہ المسیح الدجال' وتقع الامنۃ علی الارض حتی ترتع الا سود مع الابل والنمارمع البقروالذیاب مع الغنم و تلعب الصبیان بالحیات فلاتضرھم' فیمکث اربعین سنۃ ثم یتوفی ویصلی علیہ المسلمون۔

(ابن جریر طبری ٦' ص ۲۲' درمنثور ص ۲۴۲ ج ۲۔ مسند احمد ۴۰٦ ج ۲۔ ابوداؤد ص ۲۳۸ ج ۲۔ مصنف عبدالرزاق ص ۴۰۱ ج ۱۱۔ (باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام۔ صحیح ابن حبان (الاحسان) ص ۲۸۷ ج ۸ (حدیث نمبر (٦۷۷۵)موارد الظمان ص ۱٦۴ ج ٦۔ (نمبر ۱۹۰۲)۔ حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں "صحیح بلاتردد" فتح الباری ص ۴۸۹۔ مرزا محمود احمد نے حقیقت النبوت ص ۱۹۲ میں اور مسٹر علی لاہوری نے النبوت فی الاسلام ص ۹۲ اس کو بطور استدلال نقل کیا ہے۔

ترجمہ : "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء کرام علاتی بھائی ہیں۔ ان کی شریعتیں تو مختلف ہیں۔ اور دین سب کا ایک ہے۔ اور مجھے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے ساتھ سب سے زیادہ تعلق ہے۔ کیونکہ ان کے درمیان اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا (اس لئے انہوں نے میرے آنے کی بشارت دی) اور وہ نازل ہوں گے۔ پس ان کو دیکھو تو پہچان لینا۔ قد میانہ' سرخی اور سفیدی ملا ہوا رنگ۔ دو زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوں گے۔ سر سے گویا پانی ٹپک رہا ہوگا' گو پانی نہ ڈالا ہو۔ پس وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے۔ جزیہ موقوف کردیں گے۔ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں تمام مذاہب کو مٹادیں گے۔ صرف اسلام باقی رہ جائے گا۔ اور ان کے زمانہ میں مسیح دجال کو ہلاک کردیں گے۔ اور روئے زمین پر امن و امان کا دور دورہ ہوگا۔ یہاں تک شیر اونٹوں کے ساتھ چریں گے' چیتے گائے

بیلوں کے ساتھ' اور بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ چرتے پھریں گے' اور بچے سانپوں سے کھیلیں گے۔ اور وہ ان کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام چالیس برس رہیں گے۔ پھر ان کی وفات ہوگی۔ اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔"

حدیث ششم :

عن ابن عباس عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی قولہ " و انہ لعلم للساعۃ" قال نزول عیسیٰ ابن مریم من قبل یوم القیمۃ "۔

(صحیح ابن حبان (الاحسان) ۲۸۸ ص ج ا۔ موارد الظمان ص ۴۳۶ ج ۵ مجمع الزوائد ص ۱۰۴ ج ۷)

ترجمہ : "حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد خداوندی "وانہ لعلم للساعۃ" (الزرخرف: ۶۱۔) اور وہ (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کے یقین کا ذریعہ ہے) کی تفسیر میں فرمایا :کہ "(اس سے مراد ہے) قیامت سے پہلے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نازل ہونا۔"

ان احادیث صحیحہ کے نتائج پر غور فرمایئے :

پہلی اوردوسری حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچشم خود دیکھا اور ان کا حلیہ شریفہ حضرات صحابہؓ کے سامنے بیان فرمایا۔ چنانچہ امام ابن حبانؒ نے اپنی کتاب صحیح ابن حبان میں اس حدیث پر یہ عنوان قائم فرمایا ہے :

"ذکر تشبیہ المصطفیٰ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عیسیٰ بن مریم بعروۃ بن مسعود۔"

یعنی "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السالم کو عروہ بن مسعودؓ کے ساتھ تشبیہ دینا۔"

چوتھی حدیث میں آنحضرت ﷺ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گفتگو کا بالمشافہ سننا مذکور ہے، جو انبیاء علیہم السلام کے مجمع میں انہوں نے فرمائی کہ "میرے رب کا مجھ سے عہد ہے کہ آخری زمانہ میں دجال نکلے گا تو میں نازل ہوکر اس کو قتل کروں گا۔" اس تقریر کو آنحضرت ﷺ صحابہ کرامؓ کے سامنے نقل فرماتے ہیں۔ اس حدیث صحیح سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آخری زمانہ میں نازل ہونا ایک ایسی حقیقت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام سے عہد کر رکھا ہے، حضرات انبیاء کرام علیہم السلام جس پر ایمان رکھتے ہیں، اور آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ جس کی تصدیق فرماتے ہیں۔

پانچویں حدیث میں آنحضرت ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان کارناموں کو ارشاد فرمارہے ہیں جو آسمان سے نازل ہونے کے بعد وہ آنحضرت ﷺ کے خادم کی حیثیت نے انجام دیں گے۔

اور چھٹی حدیث میں آنحضرت ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو علامات قیامت میں شمار کرتے ہوئے اس کو حق تعالیٰ شانہ کے ارشاد کا مصداق قرار دیتے ہیں۔

انصاف فرمایئے کہ مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ آنحضرت ﷺ نے بھی "نزول عیسیٰ کی حقیقت کو نہیں سمجھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی بہتان عظیم ہوسکتا ہے؟